دشتِ جنوں

قلعہ فلک بوس کا آسیب آیو شمتی.... ایک بھٹکتی روح جس کے اسرار سے کوئی واقف نہیں ہے۔

معاویہ فلک بوس آتا ہے تو اسے وسامہ کی ڈائری ملتی ہے۔

فلک بوس میں وسامہ اپنی بیوی آئے کت کے ساتھ رہتا ہے۔ وسامہ بہت اچھا اور ذہین مصنف ہے۔ وہ باوقار اور وجیہہ شخصیت کا مالک ہے لیکن ایک ٹانگ سے معذور ہے۔ وہ غیر معمولی حساس ہے۔ اسے قلعہ فلک بوس میں کوئی روح محسوس ہوتی ہے۔ آوازیں سنائی دیتی ہیں لیکن کوئی نظر نہیں آتا۔ معاویہ' وسامہ کا پھوپھی زاد بھائی ہے' آئے کت اور وسامہ' معاویہ کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ قلعہ فلک میں آیو شمتی کی روح ہے لیکن معاویہ مضبوط اعصاب کا مالک ہے' اسے اس بات پر یقین نہیں آتا۔

کہانی کا دوسرا ٹریک جہاں تین بھائی جوائنٹ فیملی سسٹم کے تحت رہتے ہیں۔

صابر احمد سب سے بڑے بھائی ہیں۔ صابر احمد کی بیوی صباحت تائی جان ہیں اور تین بچے' رامین' کیف اور فہمینہ ہیں۔ رامین کی شادی ہو چکی ہے۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ملائیشیا میں ہے۔

شفیق احمد کی بیوی فضیلہ چچی ہیں۔ مالی لحاظ سے وہ سب سے مستحکم ہیں۔ شفیق احمد نے ان سے پسند کی شادی کی تھی۔ دو بیٹیاں صیام اور منہا ہیں اور دو بیٹے شاہجہاں اور شاہ میر ہیں۔ بڑے بیٹے شاہ جہاں عرف مٹھو بھائی کا دماغ چھوٹا رہ گیا ہے۔

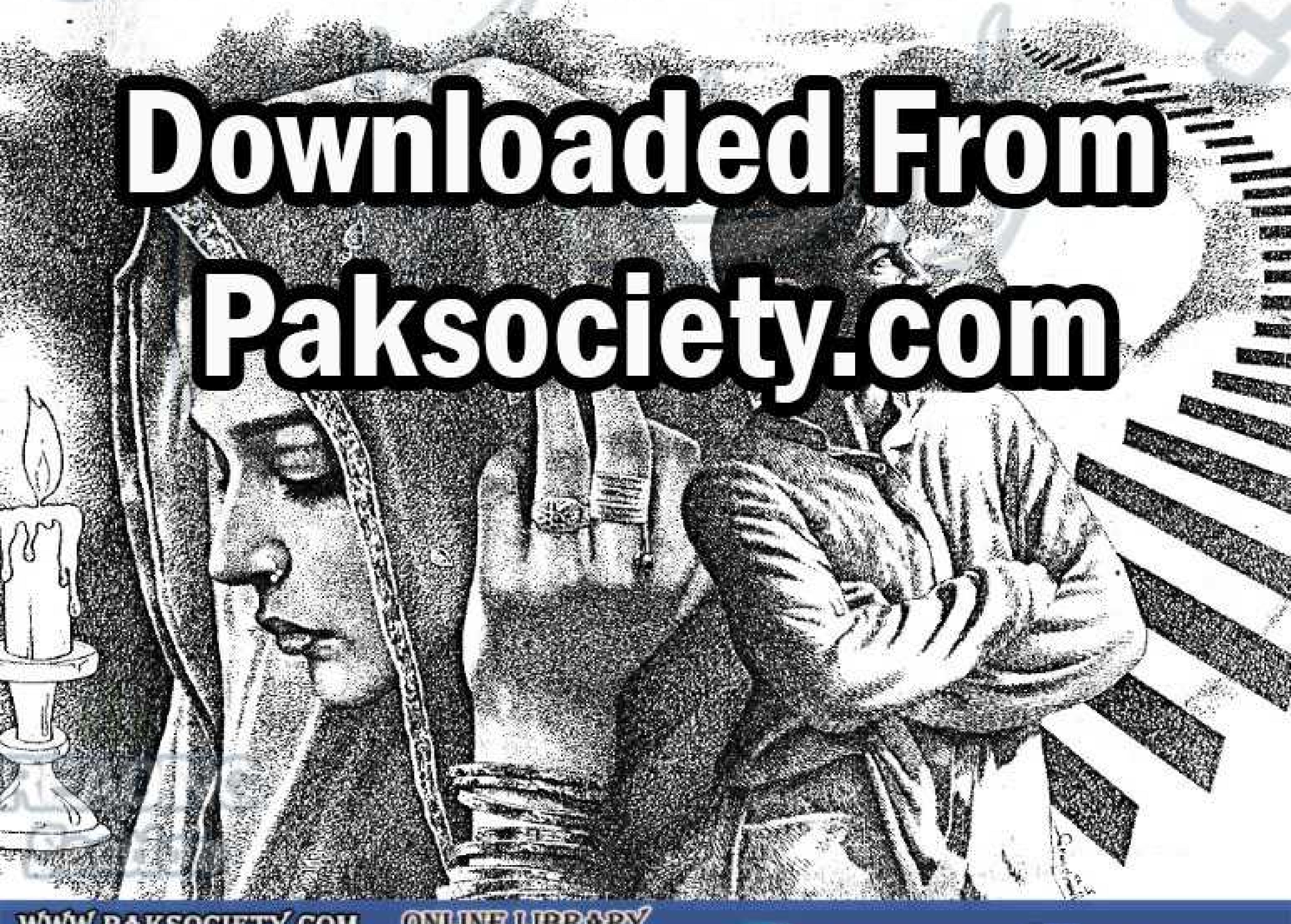

Downloaded From

باسط احمد تیسرے بھائی کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کی بیوی روشن امی اور دو بیٹیاں خوش نصیب اور ماہ نور ہیں.... خوش نصیب کو سب منحوس سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ تنک مزاج ہو گئی ہے۔ خوش نصیب کی نانی بھی ان کے ساتھ رہتی ہیں۔ خوش نصیب کو دونوں چچاؤں سے شکایت ہے کہ انہوں نے ان کا حق نہیں دیا ہے۔ گھر کا سب سے خراب حصہ ان کے پاس ہے۔ صباحت تائی جان اور روشن امی خالہ زاد بہنیں ہیں۔ صباحت تائی جان کے چھوٹے بھائی عرفات ماموں جو بہت نرم گفتار اور دل موہ لینے والی شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے شادی نہیں کی۔ وہ کیف کے ماموں ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا آئیڈیل بھی ہیں۔

کہانی کا تیسرا ٹریک منفرا اور ٹیمی ہیں۔ منفرا امریکہ میں پڑھنے آئی ہے۔ ہاسٹل میں رہتی ہے۔ زیر زمین ٹرین میں ان کی ملاقات معاویہ سے ہوتی ہے۔ منفرا کی نظریں معاویہ سے ملتی ہیں تو اسے وہ بہت عجیب سا لگتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی سفاکی اور بے حسی ہے۔ منفرا چونک سی جاتی ہے۔

پانچویں قسط

گھر کا بڑا کچن وہ مرکز تھا جس کے گرد روشن آرا کی پوری زندگی گردش کرتی تھی۔ صبح آنکھ کھلنے کے ساتھ جو کام شروع ہوتا تو سارا دن ہی کھانے پکانے اور سمیٹنے میں نکل جاتا تھا۔

اس روز بھی جب گھر کا آخری فرد بھی ناشتہ کر کے اور میز پر جھوٹے برتن چھوڑ کر جا چکا تو انہوں نے کچن سمیٹنا شروع کیا۔ سارے برتن اکٹھے کر کے سنک میں رکھے۔ پلیٹوں میں بچا ہوا کھانا ایک طرف کیا۔ چولہے صاف کیے اور جب تک وہ ان کاموں سے فارغ ہوئیں، ماہ نور دو کپ چائے اور ایک پراٹھے پر اچار کی پھانک رکھ کر ان کے انتظار میں بیٹھی رہی۔

ہر مشقت والے کام میں ان کی سنگی ساتھی۔ ان کی پیاری ماہ نور۔

وہ سامنے آکر بیٹھیں تو واضح طور پر انہوں نے محسوس کیا۔ ماہ نور کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اس نے روشن

Downloaded From

READING
Section

آرا کے آکر بیٹھنے کا نوٹس بھی نہ لیا اور حسب عادت کاموں کی اس نہ ختم ہونے والی بیگار سے ان کا دھیان ہٹانے کے لیے کوئی اور موضوع بھی نہ چھیڑا۔ وہ خوش نصیب کی طرح بغیر کوما، فل اسٹاپ کے بولنے کی عادی نہیں تھی لیکن اس کی دھیمی آواز اور نرم لہجہ اپنی ایک حیثیت رکھتا تھا۔

”کیا بات ہے۔“ انہوں نے پراٹھے کا نوالہ توڑتے ہوئے بنا ماہ نور کو مخاطب کیے سوال داغا۔ ”کوئی پریشانی ہے کیا؟“

ماہ نور اس سوال پر گڑبڑا گئی۔ جو بحث اس کے ذہن میں چھڑی ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا، اس کا عکس بھی چہرے پر دکھائی نہیں دے رہا ہوگا لیکن سامنے روشن آرا تھیں۔ اس کی پیاری روشن امی۔ جو بنا کہے دل کا حال جان لیا کرتی تھیں اور ماہ نور آج تک یہ گتھی سلجھا نہیں پائی تھی کہ وہ کیسے اسے اتنا اندر، دل کی گہرائیوں تک جانتی ہیں۔

”نہیں، کوئی... کوئی پریشانی نہیں۔“ وہ فوری طور پر ڈھنگ سے جھوٹ بھی نہیں بول پائی تھی۔

”اچھا...“ روشن آرا نے اگلا نوالہ توڑتے ہوئے کہا۔ ”اگر ایسی ہی بات ہے تو اب کی بار پراٹھے کا نوالہ توڑلو۔ تم پچھلے تین منٹ سے دسترخوان کا نوالہ توڑنے کی کوشش کر رہی ہو۔“

انہوں نے جتنے آرام سے کہا تھا ماہ نور اتنی ہی بری طرح چونکی اور دیکھا تو پتا چلا، واقعی اپنے دھیان میں گم وہ، دسترخوان کو پراٹھا سمجھ کر نوالہ توڑنے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی۔

وہ جھینپ کر مسکرائی۔ روشن آرا اسے مسکراتا دیکھ کر مسکرائیں۔

”اماں کو ناشتہ کروادیا؟“ وہ اب چائے کا کپ اٹھا رہی تھیں۔

”ناشتہ کروانے گئی تھی لیکن نانی کا دل نہیں چاہ رہا تھا اس لیے وہیں رکھ آئی ہوں...“

”خوش نصیب اٹھ گئی؟“

”پتا نہیں... میں جگا کر تو آئی تھی... یہ بھی کہا تھا کہ نانی کو تھوڑی دیر تک ناشتہ کروادے۔“

”خوش نصیب کو کہا ہے... بس پھر تو ہوچکا کام۔“

”روشن امی...!“

”ہوں؟“

”ایک بات ہے...“ وہ الجھن آمیز انداز میں بولی جیسے طے نہ کرپا رہی ہو کہ بتائے یا نہیں۔

روشن آرا مسکرائیں۔ اپنی اندازے کی درستی پر۔ ”کہو۔“

”پہلے آپ وعدہ کریں آپ ڈانٹیں گی نہیں۔“

انہوں نے الجھ کر ماہ نور کو دیکھا۔ ”تمہیں تو کبھی ڈانٹنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی... یہ تو خوش نصیب کا خانہ ہے۔“

ماہ نور کو اس بات پر بے ساختہ ہنسی آگئی کیونکہ بات سو فیصد درست تھی۔

”اسی لیے تو مجھے زیادہ ڈر لگ رہا ہے کہ آپ اسے ڈانٹیں گی۔“

”اب کیا کارنامہ انجام دیا ہے خوش نصیب نے؟“ وہ چائے کا گھونٹ بھر رہی تھیں، دہل کر کپ ہی واپس رکھ دیا۔

”ابھی تک تو کچھ نہیں کیا...“ وہ انگلی کی پور سے پیشانی مسلتے ہوئے بولی۔ ”لیکن ارادہ کیے بیٹھی ہے... کہ کوئی نہ کوئی کارنامہ کرے گی ضرور...“

READING
Section

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

”کیا مطلب؟ مجھے پوری بات بتاؤ ماہ نور۔“ انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

”پوری بات مجھے بھی نہیں پتا... لیکن کل وہ کہہ رہی تھی... کمرے سے نکالے جانے پر سب سے بدلہ لے گی۔ کچھ ایسا کرے گی کہ... سب کو اپنی نانی یاد آجائے گی۔“ اس نے جھجکتے ہوئے خوش نصیب کے الفاظ دہرا دیے۔

روشن آرا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ پھر گہری سانس بھر کر بولیں۔ ”پہلے تو اس لڑکی کو میں اس کی نانی یاد دلاتی ہوں۔“

”امی! امی! پلیز اسے ڈانٹیے گا مت۔“ وہ منت سے ان کا ہاتھ پکڑ کر بولی کیونکہ جانتی تھی خوش نصیب کو ڈانٹ پڑ جانے کے بعد بھگتان بھی اسے ہی بھگتنا پڑے گا۔

”اس پر میری کسی ڈانٹ کا اثر ہوتا تو ایسے ارادے باندھتی ہی نہیں۔“ وہ زچ ہو کے بولیں۔

ماہ نور کو ماں کی ناراضی اور خوش نصیب سے متعلق جھلاہٹ بھی تکلیف پہنچا رہی تھی۔

”آپ اسے یونیورسٹی میں ایڈمیشن کیوں نہیں دلوا دیتیں۔“ ماہ نور نے مسئلے کے حل کے طور پر کہا۔ ”فارغ دماغ شیطان کا کارخانہ یوں ہی تو نہیں مشہور... مصروف ہو جائے گی تو سب سے لڑنا جھگڑنا بھی چھوڑ دے گی۔“

”تم بھی تو اسی ماحول میں رہی ہو ماہ نور! تمہیں بھی میں نے اسی طرح پالا ہے۔ جس طرح خوش نصیب کو... پھر کیا وجہ ہے کہ تم دونوں کی سوچ اور طرز عمل میں زمین آسمان کا فرق ہے۔“ وہ روہانسی ہو گئی تھیں۔

”ہر انسان کا اپنا مزاج ہوتا ہے... تربیت کا ایک کلیہ اگر ایک انسان پر سو فیصد درست ثابت ہوا ہے تو ضروری نہیں کسی دوسرے پر بھی فٹ رہے... یہ آپ خود ہی تو کہتی ہیں۔“ وہ مسکرا کر بولی تو روشن آرا نے آنکھوں میں محبت سمو کر اسے دیکھا اور دل سے اسے دعا دی۔

”کتنی صابر بیٹی ہو تم... ایسی اچھی اولاد ضرور میری کسی نیکی کا صلہ ہے۔ اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے... آمین۔“

”میری اتنی تعریف نہ کریں... اگر جو ابھی خوش نصیب نے سن لیا تو گھر کے باقی افراد کے ساتھ ساتھ ہم دونوں سے بھی ناراض ہو جائے گی۔“ وہ ہنس کر شرارت سے بولی۔

”ہونے دو... اس کی بدگمانی تو کسی طور ختم نہیں کی جا سکتی۔“ وہ تھوڑا جھنجلائی ہوئی تھیں۔ ”نہ کسی کام کو ہاتھ لگاتی ہے نہ کوئی ڈھنگ کی بات کرتی ہے... ہاں لڑائیاں جتنی مرضی کروا لو... ہر ایک سے بیر باندھے رکھنے کی عادت نجانے کہاں سے آگئی اس لڑکی میں۔“

”روشن امی! اب ایسے بھی نہ کہیں اکیڈمی کھولنے کا ارادہ تو بڑے خلوص سے کیا تھا اس نے۔“ ماہ نور نے فوراً بہن کی طرف داری کی۔

”اور کیا وہ نہیں جانتی تھی اس ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کتنے محاذوں پر لڑنا پڑے گا؟ یہ جو ہم کمرہ بدر کیے گئے ہیں سچ تو یہ ہے کہ یہ بھی اسی سلسلے کی ایک سزا ہے۔“ ان کی نرم لہجے میں تلخی سی گھل رہی تھی۔

ماہ نور کو افسوس سا ہوا۔ ”اچھا چھوڑیں نا اس بات کو خوش نصیب کے ایڈمیشن کا بتائیں۔“ اس نے موضوع بدلا۔

”ایڈمیشن کروانے جتنے وسائل ہوتے میرے پاس تو ہرگز دیر نہ کرتی۔“ وہ افسردہ سی ہو گئی تھیں۔ ”تمہیں خود بھی پتا ہے تمہارے تایا چچا یونیورسٹی کے اخراجات پورے کرنے کے لیے پیسے نہیں دیں گے ہمیں۔“

”لیکن امی! ہر مہینے تو تایا ابو رقم دیتے ہیں اس میں سے کچھ نہ کچھ بچایا بھی تو جا سکتا ہے۔“

”اس رقم میں سے بیشتر کی تو کمیٹیاں ڈال رکھی ہیں میں نے کل کلاں کو تم دونوں کو بیاہنا بھی ہے... اور فی زمانہ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

صرف خاندانی شرافت اور اچھی شکل کی بنیاد پر رشتے نہیں ہوتے.... اور بھی بہت کچھ چاہیے ہوتا ہے۔" وہ دوٹوک لہجے میں کہتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"خوش نصیب کو سمجھا دینا.... بدلے ودلے کا خیال دل سے نکال دے.... ایسا بھی کوئی ہماری جائیداد پر قبضہ نہیں کرلیا ان لوگوں نے کہ ایسی اوٹ پٹانگ باتیں سوچی جائیں۔"

ان کا اچھی خاصی ناراضی سے بھرا ہوا لہجہ ماہ نور کو اتنی اجازت نہیں دے رہا تھا کہ آگے سے کچھ کہے' سو خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

* * *

کانسٹیبل اسلم نے اپنی گن پر ہاتھ مضبوط کیے اور سہما سہما جا کر چوکیدار کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ڈر کے مارے دل بے ہنگم انداز میں دھڑک رہا تھا اور رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔ اس نے فورا" سے پیشتر با آواز بلند آیت الکرسی کا ورد کرنا شروع کیا اور اس کے ساتھ اسے جو بھی قرآنی آیات یاد آئیں' وہ پڑھتا چلا گیا۔

دھند کے مرغولوں میں چھپی ہوئی وہ رات.... ایک مشکل رات تھی۔

اور وہ چاہتا تھا جلد از جلد اس رات کی صبح ہو جائے لیکن ظاہر ہے یہ بھی اتنی جلدی ممکن نہ تھا۔

اس نے بیٹھے بیٹھے محتاط انداز میں چاروں طرف نظر ڈالی۔ لیمپ پوسٹ کی روشنی میں جتنی دور تک نگاہ جا سکتی تھی اس نے دیکھا۔ فلک بوس کا بیرونی حصہ سناٹے اور اسرار کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ کانسٹیبل کچھ اور سکڑ سمٹ کر بیٹھ گیا' پھر اسے کچھ خیال آیا تو اس نے اٹھ کر لکڑی کا پھاٹک کھول دیا۔ اور اپنی کرسی گیٹ کے بالکل قریب رکھ دی۔ یہ پیش بندی تھی۔ اگر اندر سے اسے کسی ان دیکھی مخلوق کا حملہ برداشت کرنا پڑتا تو وہ یقینا" آرام سے راہِ فرار اختیار کر سکتا تھا۔ لیکن اس پیش بندی سے بھی اس کے دل کی حالت پر کوئی خاص فرق نہیں پڑا البتہ یہ ہوا کہ قرآنی آیات کے ورد سے اس کے ڈر میں قدرتی طور پر کمی واقع ہونے لگی اور اس نے خود کو قدرے پُرسکون محسوس کیا۔

پُرسکون ہوتے ہی اس کا ذہن اس کھانے کے بارے میں سوچنے لگا جو دوپہر میں اس نے کھایا تھا۔ مسور کی ثابت دال کے ساتھ بڑے لذیذ چاول تھے' جن کے ساتھ اس کی بیوی نے بھرے ہوئے بینگن کا سالن بنا کر بھجوایا تھا۔ واہ.... کیا لذیذ کھانا تھا۔ اس نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا۔ ساتھ ہی اسے خیال آیا کہ دوپہر کے بعد سے وہ بھوکا ہے اور اس نے دوبارہ کچھ نہیں کھایا۔ اس کی نظر فلک بوس کی طرف گئی۔ مکینوں کو کم سے کم اس سے رات کے کھانے کے متعلق تو پوچھ لینا چاہیے تھا۔

لیکن جتنی بڑی عمارت تھی اتنے چھوٹے دل کے مکین۔ اسے باہر بٹھا کر وہ لوگ تو جیسے بھول ہی گئے تھے۔ مرے پر سو دُرّے اسی وقت سوائے ایک کو چھوڑ کر باقی تمام لیمپ پوسٹ بجھا دیے گئے۔ فلک بوس کا لان مکمل تاریکی میں ڈوب گیا اور پائن کے درخت مزید قد آور اور خوفناک لگنے لگے۔ کانسٹیبل اسلم کا دل ایک بار پھر ان دیکھے آسیب کے خوف سے کانپنے لگا۔ ذرا سی ہوا چلی' سوکھے پتے لرزے تو وہ پورا کا پورا لرز گیا لیکن اگلے ہی پل وہ اپنی بیوقوفی پر جھینپ کر ہنسنے لگا۔

"یہ سب سنی سنائی باتیں ہیں.... آج تک اس بدروح کو دیکھا کس نے ہے جو میں اتنا ڈر رہا ہوں.... او ہمت کر یار۔" اس نے خود کو حوصلہ دیا۔ بندوق کو احتیاط سے گود میں رکھا اور کرسی سے ٹیک لگا کر اطمینان سے بیٹھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ گو کہ اس کے دل میں ابھی بھی خوف کی ہلکی سی رمق باقی تھی لیکن بظاہر وہ خود کو پرسکون ظاہر کر رہا

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

تھا۔ اور ظاہر کرنے سے زیادہ وہ خود کو یقین دلا رہا تھا کہ وہ ڈر نہیں رہا۔

رات دھند کے لبادے میں لپٹی ہوئی تھی۔ اسلم نے یونیفارم کے اوپر ایک گرم کوٹ اور گرم ٹوپی پہن رکھی تھی۔ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اسے نیند کے جھونکے آنے لگے۔ ہڑبڑا کر اس نے نیند کو بھگایا اور چوکس ہو کر بیٹھ گیا۔ لیکن یہاں سب کچھ معمول کے مطابق ہی لگنے لگا تھا۔ آہستہ آہستہ خوف کا عنصر جو اسے فلک بوس کی حدود سے دور رہنے کی تلقین کر رہا تھا ماند پڑنے لگا اور اسے اونگھ آگئی۔

آنکھوں کے مکمل بند ہونے تک وہ دیکھ نہیں سکا کہ فلک بوس کی آرائشی گھنی باڑھ کے پیچھے، اس سے کوئی سات فرلانگ کے فاصلے پر ایک سایہ دبے پاؤں، جیسے پانی پر تیرتا ہوا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کانسٹیبل اسلم کا شک صحیح تھا۔ آج کی رات واقعی اس کی زندگی کی ایک بری رات ثابت ہونے والی تھی۔

آسمان پر بجلی کڑکی اور گھنے بادلوں میں شگاف پڑ گیا کانسٹیبل اسلم کی آنکھ کسی عجیب سے احساس سے کھلی۔ آنکھ کھلتے ہی اسے ایسا لگا جیسے اس کے پیچھے ہلچل سی ہوئی ہے۔ اس نے تیزی سے مڑ کر پیچھے دیکھا لیکن وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ روش پر بکھرے سوکھے پتے ہوا سے اِدھر اُدھر اڑتے پھر رہے تھے۔ بادلوں کی سفیدی نے اتنی روشنی پھیلا رکھی تھی کہ وہ دور تک غیر واضح مناظر دیکھ سکتا تھا۔

اس جگہ سے بہت دور وہاں، جہاں تالاب کے بیچ و بیچ سفید پری پنکھ پھیلائے کھڑی تھی۔ وہیں کوئی اور بھی تھا۔

جس وقت بجلی کڑکی اور پورا ابشام آسمان سے کوندتی ہوئی اس تیز روشنی میں نہا گیا۔ تب اسلم نے واضح طور پر وہاں کسی کو دیکھا۔ لمبا سفید چغہ، جھکا ہوا چہرہ اور چہرے کے اطراف میں پھیلے کندھوں سے نیچے تک جاتے ہوئے بال۔

ایک بجلی آسمان پر کڑکی، ایک اس کے اعصاب پر گری۔

یہ منظر اتنا دہشت ناک کہ وہ بے ساختہ کھڑا ہو گیا۔ گود میں رکھی بندوق اس کے پیروں میں گر گئی لیکن وہ اتنا حواس باختہ ہو چکا تھا کہ اسے بندوق اٹھانے کا خیال بھی نہیں آیا۔ وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگا۔ اس وقت سفید چغہ پوش نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا اور اسلم کو پیچھے ہٹتا دیکھ کر اس کے وجود میں حرکت نمودار ہوئی۔ اس کا پورا وجود اپنی جگہ سے چند انچ اوپر ہوا میں اٹھا اور ہوا میں تیرتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اسلم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس کا دل جیسے حلق میں آگیا۔ وہ تیزی سے گیٹ کی طرف پلٹا۔ ہیجانی انداز میں باہر آکر اس نے گیٹ بند کیا لیکن گیٹ مکمل طور پر بند نہیں ہوا۔

اسلم نے اسے ایسے ہی چھوڑ دیا۔ وہ بھول گیا کہ وہ اس وقت ڈیوٹی پر ہے۔ یاد رہا تو صرف اتنا کہ اسے فلک بوس کے آسیب سے اپنی جان بچانی ہے۔ وہ بھاگتے ہوئے قدموں کے ساتھ تیز تیز ڈھلوانی سڑک پر چلنے لگا۔ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتا تھا لیکن ایسا لگتا تھا جیسے فلک بوس کا آسیب اس کے تعاقب میں ہی ہے۔

اچانک وہ ٹھٹک کر رکا۔ اسے غرانے کی آواز سنائی دی تھی اور آواز واضح طور پر درختوں کی طرف سے آرہی تھی۔ معاً" گھنے درختوں کے جھنڈ سے ـــــ جست لگا کر ایک جنگلی جسیم کتا اس کے عین سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا اور اب دانت نکوس کر غرا رہا تھا۔

اسلم کی رہی سہی جان بھی نکل گئی۔ وہ واپس نہیں جا سکتا تھا اور آگے بڑھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

اس نے منہ سے آوازیں نکال کر کتے کو بھگانے کی کوشش کی لیکن یہ جنگلی کتا تھا کوئی عام کتا نہیں کہ اس کی معمولی، آوازوں سے گھبرا کر رستہ چھوڑ دیتا۔ وہ ذرا سا نیچے جھکا، اپنے پنجے مٹی پر رگڑے اور جسم کی پوری طاقت کے ساتھ اسلم پر حملہ آور ہوا۔ اسلم نے دہشت زدہ ہو کر بھاگنا چاہا لیکن اس کوشش میں منہ کے بل گرا۔ گرتے

ہوئے اس نے دیکھا' سفید چغہ پوش فلک بوس کے پھاٹک نما گیٹ کے باہر ہوا میں معلق تھا۔

کتے کے پنجے اور دانت ایک ساتھ اسلم کی کمر میں اترے تھے اور اس کی چیخوں سے بشام کا جنگل لرز اٹھا تھا۔

* * *

جب خوش نصیب آنکھیں ملتی کچن میں آئی تب تک سارا ہی کام سمیٹا جا چکا تھا۔

“ناشتہ دے دیں۔” وہ کرسی پر ڈھے گئی اور بازو پھیلا کر بولی۔ “اف.... آج سو کر اتنی تھکن ہو رہی ہے کہ بس...!”

“تھکن اتارنے کے لیے تھوڑی دیر اور سو جانا تھا....” روشن امی نے طنز سے کہا۔ خوش نصیب نے فوراً” کھٹک کر ماں کو دیکھا اور سادگی سے پوچھا۔

“طنز کر رہی ہیں؟”

“نہیں نہیں.... میری اتنی مجال کہاں۔” انہوں نے ایک اور بھگو کر لگائی۔

خوش نصیب نے کن اکھیوں سے ماہ نور کو دیکھا وہ تندہی سی پتیلی مانجھ رہی تھی اور دانستہ خوش نصیب کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

“کیا بات ہے روشن امی! آپ اس طرح کیوں بات کر رہی ہیں؟” اس نے ڈرے ہوئے انداز میں پوچھا۔ ماں نرم لہجے میں بات کرنے کی عادی تھیں لیکن دونوں بیٹیوں پر رعب بہت تھا ان کا۔

“اس طرح بات نہ کروں تو کس طرح کروں؟ تم میں کوئی احساس ذمہ داری ہے یا نہیں۔” وہ ڈپٹ کر بولیں۔

“جب دیکھو تم کسی نہ کسی اوٹ پٹانگ کام میں مگن ہی ملتی ہو.... کبھی دیواریں پھلانگ رہی ہو' کبھی درختوں پر ٹنگی ہوئی ملو گی اور کچھ نہیں تو سارے گھر کو زچ کرنے کے نت نئے بہانے سوچتی رہتی ہو.... تم نے کبھی سوچا ہے خوش نصیب! سارے گھر کو تم سے کتنی شکایتیں ہیں؟”

نت نئے بہانوں والی بات پر خوش نصیب نے فوراً” ماہ نور کو دیکھا۔ اس نے اور بھی رخ موڑ لیا۔ خوش نصیب فوراً” سمجھ گئی کہ معاملہ کیا ہے۔ پکا سا منہ بنا کر بولی۔

“مجھے کسی کی شکایتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا.... کیا اس گھر کے کسی فرد نے کبھی سوچا ہے مجھے ان سے کتنی شکایتیں ہیں؟”

“تمہیں فرق نہیں پڑتا لیکن مجھے پڑتا ہے' ہم سب کو پڑتا ہے۔” وہ بہت ہی ناراض تھیں۔

“شاہجہان کے کبوتر اڑا دیے' کبوتروں کی کنالیاں توڑ دیں۔ اتنا بدلہ لینا کافی ہے.... ماہ نور نے مجھے بتایا ہے کہ اب کوئی اور کھچڑی پک رہی ہے تمہارے دماغ میں' ایک بات میری کان کھول کر سن لو' اب تم نے کوئی اوٹ پٹانگ حرکت کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔”

“جی!” اتنی زور سے ڈانٹ پڑی کہ اس کی آنکھوں میں آنسو ہی آ گئے۔ آنسو چھپانے کے لیے اٹھ کر کچن سے جانے لگی تو روشن امی نے مزید ڈپٹ کر کہا۔

“اب نخرے کرنا بند کرو اور چپ چاپ بیٹھ کر ناشتہ کرو۔ ملازم نہیں ہے کوئی تمہارا کہ ناشتے کی ٹرے سجا کر پیچھے لے کر پھرے۔”

وہ بیٹھ گئی۔ آنسو چھپانے کے لیے زور زور سے آنکھیں جھپکیں' ہونٹ بھی زور سے بھینچ لیے اور ایسا کرتے ہوئے بالکل چھوٹی سی بچی لگنے لگی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ماہ نور کو افسوس ہوا خواہ مخواہ بیچاری کو نہار منہ ڈانٹ پڑوادی۔

اس نے سفارتی تعلقات بحال کرنے کے لیے تازہ پراٹھا بنا کر سامنے رکھا' زیادہ دودھ اور تیز چینی والی کڑک چائے بھی بنائی لیکن خوش نصیب نے آنکھ اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھا۔ وہ سچ مچ ناراض ہوگئی تھی۔

* * *

فلک بوس کے اندر یہ چیخیں سب سے پہلے آئے کت کی سماعت سے ٹکرائی تھیں۔ وہ پریشان ہو کر وسامہ کے پاس آئی۔

"یہ... یہ کیسی آوازیں ہیں وسامہ؟"

وسامہ اپنی پریشانی کم کرنے کی غرض سے آتش دان کے قریب ایزی چیئر پر بیٹھا کتاب پڑھ رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے آئے کت؟"

"یہ کیسی آوازیں ہیں... جیسے کوئی زور زور سے چیخ رہا ہو۔" آئے کت نے پریشانی سے کہا۔

وسامہ نے کان لگا کر سنا۔ "ہاں کوئی چیخ رہا ہے۔" وہ پریشان ہو کر بیساکھی کے سہارے کھڑا ہوا۔

"ہمیں باہر جا کر دیکھنا چاہیے۔" آئے کت تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی۔ وسامہ نے اسے روک دیا۔

"پاگل مت بنو... ہم اس وقت باہر نہیں جا سکتے۔"

آئے کت حیران رہ گئی۔ "آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں... یہ انسانی چیخوں کی آواز ہے۔ کوئی مشکل میں ہے' اسے ہماری مدد کی ضرورت ہو سکتی ہے۔"

"باہر جا کر ہم خود کسی مشکل میں پھنس سکتے ہیں۔" اس نے آئے کت کا ہاتھ جھٹک کر کہا اور بیساکھی ٹیکتا ہوا تیزی سے کھڑکی کی طرف گیا۔ اس نے پردے کا کونا ذرا سا سرکا کر احتیاط سے باہر جھانکا۔ باہر ہر طرف اندھیرا حاوی تھا۔

Downloaded From

"میں بابا کبیر کو بلاتی ہوں۔"

"کبیر سے کہو... دروازہ ہرگز نہ کھولے۔"

"لیکن وسامہ..."

"جو کہہ رہا ہوں وہ کرو آئے کت!" اس نے ڈپٹ کر کہا۔ آئے کت کو اس کے ایسے لہجے کی عادت نہیں تھی وہ رونکھی سی ہو کر باہر نکل گئی اور چند لمحے بعد بابا کبیر کے ساتھ واپس آئی۔

اس دوران وسامہ مستقل باہر دیکھتا رہا تھا۔

"مجھے باہر جا کر دیکھنے دیں صاحب! یہ آوازیں جنگل کی طرف سے آ رہی ہیں... ضرور کوئی مشکل میں ہے۔" بابا کبیر نے منت سے کہا۔

لیکن کھڑکی کے پاس وسامہ جیسے شاکڈ سا کھڑا تھا۔ ابھی جب بجلی چمکی تو اس نے بھی اس سفید لبادے میں لپٹے ہوئے وجود کو دیکھا۔ جو چلتا نہیں تھا۔ ہوا میں تیرتا ہوا آگے بڑھتا تھا۔

جسے پہلی نظر میں اپنا گمان سمجھ کر وسامہ نے نظر ہٹانی چاہی' اسے اپنا وہم سمجھا لیکن اسی وقت بجلی چمکی اور منظر واضح ہوتا چلا گیا۔ وہ دم بخود رہ گیا لیکن جوں ہی آسمانی بجلی کا زور کم ہوا ہر منظر اپنا روپ گنوا بیٹھا۔ وسامہ ہکا بکا وہیں کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ اس سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ پردہ ہی برابر کر دے۔

"کیا بات ہے وسامہ! کیا ہوا ہے آپ کو؟" وہ پریشان ہو گئی تھی۔

READING
Section

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"وہ... وہاں... وہ... وہاں کک... کوئی تھا... اب... ابھی دیکھا میں نے۔" وہ بول بھی نہیں پا رہا تھا۔ آئے کت اور بابا کبیر تیزی سے کھڑکی کی طرف آئے لیکن باہر کوئی نہیں تھا۔ انہیں کوئی نظر نہیں آیا۔

"مجھے تو کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔"

"وہ غائب ہو گیا... وہ... وہ سایہ غائب ہو گیا۔" وسامہ کانپتی ہوئی ٹانگوں سے جا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

"آپ کا وہم ہے... باہر کوئی بھی نہیں ہے۔"

"میں نے خود دیکھا ہے۔" اس نے چیخ کر کہا اس کی یہ ہیجانی چیخ فلک بوس کی دیواروں سے ایسے ٹکرائی جیسے بہت سی چمگادڑیں مل کر چیخی ہوں۔ بابا کبیر اور آئے کت چپ کے چپ رہ گئے۔

"اٹھو... جلدی کرو آئے کت! ہم... ہم یہاں نہیں رہیں گے... وہ آ گئی ہے اس کی روح فلک بوس میں بھٹکتی پھرتی ہے۔" وہ پاگل سا ہو رہا تھا۔ آئے کت پریشان ہو گئی۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو وسامہ!"

"مجھے کچھ نہیں ہوا... لیکن اگر ہم یہاں رہے تو ضرور کچھ ہو جائے گا... کچھ ایسا جس کا مداوا ہم دونوں نہیں کر سکیں گے۔" اس نے سہمے ہوئے انداز میں آئے کت کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ وسامہ کا انداز آئے کت کو مزید پریشان کر گیا۔

"ہم اس وقت یہاں سے کیسے نکل سکتے ہیں؟" وہ رونکھی ہو کر بولی۔ "آپ جانتے ہیں، رات کے وقت اس پہاڑی علاقے میں سفر کرنا آسان نہیں ہوتا۔"

وسامہ کا اصرار ماند پڑ گیا۔ اسے جیسے اس بات کا خیال نہیں رہا تھا۔

"صاحب!" بابا کبیر کی آواز پر وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ "یہاں آئیے صاحب۔" وہ کھڑکی کے پاس کھڑا تھا اور کھڑکی سے باہر ان دونوں کو کچھ دکھانا چاہتا تھا۔

"وہ دیکھیے درخت کی شاخ سے ایک سفید چادر لٹک رہی ہے۔ شاید اسے ہی آپ بد روح سمجھے ہوں۔" اور وسامہ دم بخود رہ گیا۔ درخت کی شاخ سے واقعی ایک چادر لٹکی ہوئی تھی اور ہوا سے لہرا رہی تھی۔

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے خود یہاں کسی کو چلتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"آپ کا وہم ہو گا صاحب! ایسے موسم اور ایسی جگہوں پر اکثر نظریں دھوکا کھا جاتی ہیں... وہم ہو جاتے ہیں۔" بابا کبیر نے نرمی سے کہا۔

وسامہ ششدر سا کھڑا دیکھتا رہا۔ اس کے لیے سمجھنا مشکل ہو گیا تھا کہ کیا واقعی اسے وہم ہوا تھا یا واقعی کچھ دیر قبل وہاں کوئی تھا۔ چیخوں کا اسرار خود بخود دم توڑ گیا۔ اب وہ نئی الجھن میں پھنس گیا تھا۔

اسی وقت بجلی ایک بار پھر کڑکی اور تیز ہوا سے چادر کا شاخ میں پھنسا ہوا کونا آزاد ہو کر ہوا میں لہراتا گھاس پر جا گرا۔ آئے کت نے آگے ہو کر کھڑکی کا پردہ برابر کر دیا۔

* * *

جس وقت وہ دونوں چھت پر آئیں۔ پوری چھت تیز دھوپ سے زرد ہو رہی تھی۔ داہنی ہاتھ والی دیوار کے ساتھ ساتھ رکھے کبوتروں کے بند ڈربے ہری ترپال سے ڈھانپے گئے تھے لیکن کسی نہ کسی ڈربے میں کوئی کبوتر ذرا سا بولتا تو اس کی آواز کسی بھولی بسری یاد کی طرح محسوس ہوتی۔

"ہائے کتنی گرمی ہے یہاں... تم لوگ کیسے رہو گے خوش نصیب!" فریحہ کو چھت سے گزر کر کمرے میں

جانے تک کی مختصر مدت میں ہی غش آنے لگے تھے۔

”جیسے نیچے والے کمرے میں رہتے تھے ویسے ہی اس کمرے میں بھی رہ لیں گے.... وہاں کون سے ڈھائی ٹن کے اسپلٹ اے سی لگے ہوئے تھے ہمارے لیے۔“ وہ حلق تک کڑوی تھی اور یہ کڑواہٹ اگلنے کا بس بہانہ ہی چاہیے ہوتا تھا سو اس وقت بھی پورے جی جان سے متنفر لہجے میں بولی۔

”میری مانو.... ایک چکر تم بھی بابا جی کے پاس لگا ہی لو۔“ کمرے میں اس کے پیچھے داخل ہوتے ہوئے فریحہ نے کہا۔ کمرے میں گو تمام اسباب زندگی ’نانی سمیت موجود تھے۔ چھت پر ٹنگا پنکھا بھی پوری طاقت سے گھوم رہا تھا مگر ہوا کا زور بتاتا تھا، پنکھا اپنے آخری دموں پر ہے۔ پھر بھی باہر کی بہ نسبت کمرے میں سکون تھا اور اس کی واحد وجہ روشن امی کی وہ عقل مندی تھی جو گندم کی خالی بخس کی بوریوں کو پانی میں بھگو کر کھڑکیوں میں لٹکانے کا سبب بنی تھی۔ ہوا جب ان چٹائی نما بوریوں سے گزرتی تو ٹھنڈک کا ایک احساس کمرے میں پھیل جاتا تھا۔

”تایا ابو نے کہا ہے پنکھا تو نیا لگوا دیں گے۔“ فریحہ کو منہ اٹھائے پنکھے کی طرف دیکھتا پا کر خوش نصیب نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔ گو کہ اپنے چچا تایا کے ناروا سلوک اور حق تلفیوں کے متعلق جتنی گل افشانیاں وہ اب تک کر چکی تھی اس کے بعد کسی وضاحت کی ضرورت رہ تو نہیں جاتی تھی۔ پھر بھی اس وقت اسے بہت سے بھی کچھ زیادہ ہی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

”میرا تو نہیں خیال....“ فریحہ مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ”اب تک تم لوگوں کے پاس جو کچھ تھا وہ تمہارے تایا چچا نے لیا ہی ہے نئی کوئی چیز کہاں لے کر دے سکیں گے۔“ خوش نصیب اب کی بار خاموش ہی رہی لیکن اس کے تاثرات بتاتے تھے کہ وہ فریحہ سے سو فیصد متفق ہے۔

”تم بابا جی کے پاس کیوں نہیں جاتیں۔“ وہ دھپ سے پلنگ پر بیٹھ گئی۔ پرانے زمانے کا پلنگ تھا سو طرح کی موسیقی سنا کر خاموش ہوا۔

”کون سے بابا جی؟“

”وہی.... بیری پیر والے....“

”وہ نمک اور گندی چینی والے بابا جی؟“ خوش نصیب کو وہ قصہ یاد آتے ہی ابکائی آنے لگی۔

”ایسے بدتمیزوں کی طرح ناک چڑھا کر مت بولو بابا جی کے لیے.... وہ بڑے پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ کوئی پتا نہیں ان کا کوئی موکل یہیں آس پاس ہی موجود ہو۔“

”میں ایسے موکلوں کی ٹانگیں توڑ سکتی ہوں جو اتنے کم ہمت تھے کہ ان گندے چوڑے بابا جی تک کے قابو میں آ گئے.... بتاؤ ان بابا جی کی طرف تو دیکھنے کو دل نہیں کرتا ان کے منہ کی گندی چینی کون کھائے گا۔“ اس نے نفرت سے کہا۔

”اسی گندی چینی کی کرامت ہے کہ ثمرین کی ساس نندیں تیر کی طرح سیدھی ہو گئی ہیں۔ کل ہی امی کو فون پر کہہ رہی تھیں کہ رخصتی کی تاریخ طے کرنے جلد ہی آئیں گی.... ثمرین تو اتنی خوش ہے کہ بس۔“ فریحہ نے کہا۔

”ثمرین سے کہو خواہ مخواہ خوش ہو کر اپنا وزن نہ بڑھائے۔ گندی چینی ساس نندوں کو کھلانے کی بجائے ہر روز چار لفظ شیرینی میں ڈوبے ہوئے زبان سے نکال لیتی تو یہ نوبت ہی نہ آتی.... اونہہ تم دیکھ لینا یہ تیر ایک دن ثمرین کو ضرور لگے گا۔“

”فٹے منہ تمہارا انسان بات ہی اچھی کر لیا کرے۔“ فریحہ کی جان ہی جل کر خاک ہو گئی۔ ایک تو ایسا اعلیٰ مشورہ دیا اوپر سے خوش نصیب کی باتیں۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی

- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی گُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

"ارے اچھی بات کرنے کے چکر میں کیا انسان سچ بھی نہ بولے؟" اس پر ذرا اثر نہ ہوا۔ "اچھا بتاؤ... کچھ کھاؤ گی؟ ویسے نہ ہی کھاؤ تو اچھا ہے کیونکہ اتنی دھوپ سے گزر کر مجھے نیچے کچن میں جانا پڑے گا... اور دوبارہ دھوپ میں جانے کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے... ویسے بھی تم بے شک میری دوست ہو لیکن اب مجھے اتنی بھی عزیز نہیں ہو کہ میں بار بار تمہارے لیے دھوپ میں چکر لگاؤں۔"

"اللہ معاف کرے مجھے... لیکن سچ تو یہ ہے کہ تم جیسی کام چور لڑکی نہ میں نے آج تک دیکھی ہے نہ ہی اس کے بارے میں سنا ہے..." اس نے شرمندہ کرنا چاہا لیکن وہ خوش نصیب ہی کیا جو آرام سے قابو میں آجائے۔

"اور میرے جیسی کوئی تمہیں ملے گی بھی نہیں... میں ون اینڈ اونلی ہوں" ہاتھ نچا کر بڑے فخر سے بولی۔ "میرے بارے میں ہی تو علامہ اقبال نے کہا تھا... بڑی مشکل سے ہوتی ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔"

"بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔" فریحہ نے لفظوں پر زور دے کر کہا۔

"اکثر لوگ غلط پڑھتے ہیں یہ مصرعہ... اصل مصرعہ تو یوں ہے... بڑی مشکل سے ہوتی ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔" اصرار دم توڑنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"بس کرو... میرے کان پک گئے تمہاری تعریفیں سنتے سنتے۔" فریحہ چڑ کر بولی۔ "اور بابا جی کے پاس چکر لگاؤ... بڑی کرامات ہیں ان کی۔ بگڑے کام بنا دیتے ہیں۔"

"ہاں... بابا جی ادھر عمل شروع کریں گے اور ڈھائی ٹن کا اے سی خود چل کر میرے گھر پہنچ جائے گا نا؟"

"اب یہ مجھے نہیں پتا... صرف یہ پتا ہے کہ بڑے پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔"

"اچھا..." وہ ایک دم کچھ سوچنے لگی۔ "اگر اتنے ہی پہنچے ہوئے ہیں تمہارے بابا جی تو چلو میرے ساتھ... تمہارے بابا جی کی "پہنچ" چیک کرتے ہیں۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے باہر کی طرف لپکی۔ فریحہ پریشانی سے ارے ارے ہی کرتی رہ گئی۔

* * *

اگلی صبح جب وادی کے لوگوں کا گزر فلک بوس اور جنگل کی درمیانی سڑک سے ہوا تو انہیں اس سڑک پر کانسٹیبل اسلم کی بھنبھوڑی ہوئی لاش ملی۔ وادی میں جیسے کہرام سا مچ گیا۔ ستر فیصد مقامی آبادی کا خیال تھا یہ فلک بوس کے آسیب کا کام ہے۔ تیس فیصد میں عقل باقی تھی اور چونکہ اسلم کی لاش کے پاس کتے کے نشانات بھی ملے تھے اس لیے انہوں نے تحقیقات کے نتائج آنے تک کوئی بھی رائے دینے سے گریز کیا۔ کچھ کا کہنا تھا کانسٹیبل اسلم نے فلک بوس کے بیرونی حصے کا گشت شروع کیا تو ایک ان دیکھی طاقت نے اس کے ہاتھ سے بندوق لے کر فلک بوس کے اندر چھوڑ دی۔ اس کے بعد کانسٹیبل اسلم خود بخود چلتا ہوا باہر آیا۔ گیٹ کے باہر آیوشمتی کھڑی تھی۔ اس کے ٹھوڑی تک لٹکتے ہوئے لمبے دانت اور چار چار انچ تک کے لمبے ناخن تھے۔ کانسٹیبل اسلم کسی جادو کے اثر سے گیا اور جا کر آیوشمتی کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ آیوشمتی نے اس کا یہ حال کر دیا۔

کچھ کہتے "آیوشمتی کو اسلم کی فلک بوس کے سامنے پہرہ دینے والی بات پسند نہیں آئی۔ اس نے رات کے تیسرے پہر کانسٹیبل کو ایک ہاتھ پر اٹھایا اور فلک بوس سے باہر پٹخ دیا۔ نتیجتاً" اس کی موت واقع ہو گئی۔ غرض یہ کہ جتنے منہ اتنی افواہیں بشام میں گردش کرنے لگیں۔ فلک بوس کے مکینوں کا بشام کے لوگوں سے کوئی اتنا ملنا ملانا نہیں تھا اس لیے یہ ساری افواہیں ان تک مکمل صورت میں نہ پہنچ سکیں۔ لیکن انہیں انکوائری بھگتنا پڑی اور چونکہ اسلم کو فلک بوس کے باہر تعینات کیا گیا تھا اور فلک بوس کے اندر جانے یا اندر سے کسی کے باہر آنے کے

ایسے کوئی واضح ثبوت بھی نہ مل سکے تھے' اس لیے کانسٹیبل اسلم کی موت کے کیس کو حادثہ قرار دے کر اس کی فائل ہمیشہ کے لیے بند کردی گئی۔

فلک بوس کے سامنے والی سڑک پر سرخرو پر کیے گئے حملے کے بعد یہ دوسرا بڑا حادثہ تھا جس کا مجرم فلک بوس کے آسیب یعنی آیوشمتی کو ٹھہرایا جا رہا تھا۔ وادی میں کچھ عرصہ افواہیں گردش کرتی رہیں اور پھر ظاہر ہے ان افواہوں کا زور قدرے ماند پڑ گیا۔ لیکن سب کی باہمی رائے یہی تھی کہ اس سے پہلے کہ وہ آسیب فلک بوس کے مکینوں کو کوئی نقصان پہنچائے' انہیں وہاں سے چلے جانا چاہیے۔

جو بھی ہوا وہ معمولی بات نہیں تھی۔ خبر اردشیرازی تک بھی پہنچ گئی۔ وہ ملک کی ایک نامور سیاسی پارٹی سے وابستہ تھے۔ کچھ عرصہ وزیر اطلاعات بھی رہے تھے۔ فلک بوس ان کی جاگیر کا ایک معمولی سا حصہ تھا لیکن چونکہ فلک بوس ان کے والد کو بطور انعام دیا گیا تھا سو اس سے کئی یادیں وابستہ تھیں۔ وہ اس سے دستبردار بھی نہیں ہو سکتے تھے۔

دوسری جانب وہ اپنی سابقہ بیوی اور اس کے گھر والوں کے لیے کوئی اچھے جذبات بھی نہ رکھتے تھے۔ جب معاویہ نے ان سے وسامہ کو فلک بوس میں ٹھہرانے کی اجازت مانگی تو وہ اس بات کے حق میں نہیں تھے لیکن اتنی معمولی چیز کے لیے انکار کرکے وہ معاویہ کو ایک بار پھر ناراض بھی نہیں کر سکتے تھے۔ پہلے ہی اس کے دل میں ان کے لیے بہت شکایتیں تھیں۔ انکار کرکے وہ ان شکایتوں کو بڑھانا نہیں چاہتے تھے۔

لیکن کانسٹیبل اسلم کی موت کی خبر سن کر انہوں نے معاویہ کو بلوایا۔ معاویہ اپنے کسی اسائنمنٹ کے سلسلے میں مصروف تھا۔ اس نے آنے سے انکار کردیا تو انہوں نے معاویہ کو ساری حقیقت بتائی اور اس سے کہا کہ وہ خود بشام جاکر اس معاملے کی تحقیقات کرے۔

"سیدھا سادا جنگلی کتے کے حملے کا کیس ہے.... میں اب وہاں جاکر کیا تحقیقات کروں؟" وہ چڑ کر بولا۔

"معاویہ! وہ تمہاری پراپرٹی ہے.... وہاں کیا ہو رہا ہے' کیا نہیں' تمہیں اس بارے میں سب پتا ہونا چاہیے۔" وہ تحمل سے بولے گو کہ وہ اتنے تحمل کے عادی نہ تھے۔

"بابا! ابھی فوراً" میں وہاں نہیں جا سکتا۔" اس نے دوٹوک کہا۔

"ٹھیک ہے پھر تم وسامہ کو فون کرکے کہو فلک بوس خالی کردے.... میں اسے ہوٹل بنانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" انہوں نے اب سنجیدگی سے کہا۔

معاویہ نے ایک دم ان کو حیران ہو کر دیکھا۔ "آپ کا پہلے تو ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔"

"نہیں.... میں کافی عرصے سے اس پلان پر غور کر رہا ہوں۔"

"لیکن آپ نے پہلے ذکر نہیں کیا....؟" اس نے زور دے کر کہا۔

"میں نے ضروری نہیں سمجھا ہوگا۔" انہوں نے آرام سے کہا۔

معاویہ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ "فلک بوس کو آپ بہت پہلے میرے نام کرچکے ہیں.... وہاں وسامہ رہے گا یا ہوٹل بنے گا' یہ میں فیصلہ کروں گا۔"

اردشیرازی نے غور سے بیٹے کو دیکھا اور انہیں احساس ہوا کہ وہ بہت پہلے اپنے بیٹے کو کھو چکے ہیں۔ وہ ان سے زیادہ اپنے ماموں طالب حسین کا بیٹا تھا۔ وہ وسامہ طالب کا بھائی تھا۔ انہوں نے کیسے سوچ لیا وہ ان کے کسی ارادے کو وسامہ پر فوقیت دے سکتا ہے۔

انہوں نے خود کو سمجھایا اور مسکرا کر معاویہ کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے.... فلک بوس کے بارے میں تم ہی فیصلہ کرو گے.... لیکن بہتر ہوگا کہ تم ابھی بشام جاؤ اور ساری

READING
Section

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

صورت حال کا جائزہ لو۔۔۔ میں نے اپنے کانٹیکٹس کے ذریعے کیس بند کروا دیا ہے۔"

"آپ انکوائری ہونے دیتے۔۔۔ ایک انسان مارا گیا ہے۔ چھان بین تو ہونی چاہیے تھی۔" معاویہ کو جیسے ان کی ہر بات رد کرنے کی عادت پڑ چکی تھی۔

"تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے اگر اس معاملے کی بھنک میڈیا کو پڑ جاتی تو ہمارے خاندان کو کیا کچھ برداشت کرنا پڑ سکتا تھا۔" اردشیرازی نے گہری سانس بھر کر کہا۔

معاویہ نے ایسے سر جھٹکا جیسے اسے کسی چیز کی پروا نہ ہو۔

"بہرحال تم بشام جاؤ۔۔۔ اور اس کانسٹیبل کے گھر والوں سے ملو۔۔۔ تھوڑی بہت مالی امداد کر کے ان کے منہ بند کرواؤ۔ جتنا نامور خاندان ہوتا ہے اتنے دشمن تاک میں ہوتے ہیں۔۔۔ میں نہیں چاہتا کسی کو الٹی سیدھی بات کہنے کا موقع ملے۔" انہوں نے دوٹوک انداز میں کہہ کر فون اٹھا لیا۔

معاویہ ناراضی سے انہیں دیکھ کر باہر نکل گیا تھا۔

* * *

مزار پر معمول کا رش تھا زائرین کا آنا جانا لگا ہوا تھا۔

یہ وہ جگہ تھی جہاں فریحہ ہمیشہ ذوق و شوق سے آتی تھی، صرف اس لیے نہیں کیونکہ اسے مزار والے مرحوم بزرگ یا وہاں پیر صاحب بن کر بیٹھے ہوئے کسی ڈھونگی بابا جی سے عقیدت بہت تھی بلکہ اس لیے کیونکہ اس نے اپنی اماں، بہن اور گھر کے تمام بزرگوں کو ایسے ہی عقیدت اور محبت سے یہاں آتے ہوئے دیکھا تھا۔

یہ عقیدت نسل در نسل منتقل ہوئی تھی سو اس سے پیچھا چھڑانا مشکل تھا۔ لیکن خوش نصیب آج گھر سے تہیہ کر کے نکلی تھی کہ ڈھونگی بابا جی کا راز فاش کرے گی۔ فریحہ کے سامنے انہیں ایسا نیچا دکھائے گی کہ دوبارہ کبھی فریحہ ان کا نام لینے کی بھی روادار نہ رہے گی۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم کر کیا رہی ہو؟"

خوش نصیب لوگوں کے جمگھٹے میں پھنسی پنجوں کے بل اچک کر چلتی ہوئی بابا جی تک رسائی کا راستہ تلاش کر رہی تھی۔ فریحہ نے چڑ کر اس سے پوچھا۔

"اگر تمہیں امپلٹ اے سی کے لیے تعویذ ہی چاہیے تھا تو ہم شام کو بھی آ سکتے تھے۔۔۔ اتنی دوپہر میں آنا ضروری تو نہیں تھا۔" وہ سخت جھنجلاہٹ کا شکار ہو رہی تھی۔

"کیوں؟ دوپہر میں کیا تمہارے بابا جی کی "پہنچ" میں کمی آ جاتی ہے یا ان کے موکل کام کاج چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں؟" وہ اچک اچک سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اف۔۔۔ خدارا خوش نصیب! آہستہ بولو۔۔۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے تمہارے گلے میں اسپیکر فٹ ہے۔ خواہ مخوا محلے والے مرگ کا اعلان کروانے مسجد جاتے ہیں۔ تمہیں ہی بتا دیا کریں ہر طرف خبر پہنچ جائے گی۔" اس نے کان پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

خوش نصیب کے ذہن میں جیسے کوئی گھنٹی بجی۔ "ارے واہ۔۔۔ مجھے یہ خیال پہلے کیوں نہیں آیا کتنا منافع بخش کام ہو سکتا ہے۔۔۔ ہر اعلان کے بدلے میں دو چار سو روپے بھی وصول کر لیا کروں گی۔" اس نے بالکل ایسے خوش ہو کر کہا جیسے شیخ چلی اپنی پہلی مرغی خریدتے ہوئے خوش ہوا ہو گا۔

فریحہ نے اسے گھور کر دیکھا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "تم نہیں سدھر سکتیں۔"

"اس میں سدھرنے کی کیا بات ہے۔" ہتھیلی پر ہاتھ مار کر حسب عادت وہ زور سے ہنسی۔ "میں تو تمہیں اپنے

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

بزنس میں پارٹنرشپ بھی آفر کرنے والی تھی، آرڈرز تم ہی نوٹ کیا کرنا۔“ اس دوران وہ لوگوں کے ہجوم میں گھستی ہوئی بابا جی تک پہنچ گئی تھیں۔

فریحہ نے اسے ٹھوکا دیا۔ ”کوئی بدتمیزی نہ کرنا... میری اماں کو خبر ہو گئی کہ بابا جی کی شان میں کوئی گستاخی سرزد ہوئی ہے تو مجھے جان سے مار دیں گی۔“ وہ اس کے کان میں گھسی۔

خوش نصیب نے سرہلا کر اسے تسلی دی اور بابا جی کے سامنے احترام سے بیٹھ گئی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کا بناوٹی احترام صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ فریحہ نے بابا جی کے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کر سلام کیا۔

”بابا جی! یہ میری سہیلی ہے خوش نصیب۔“ وہ آہستگی سے بولی۔ بابا جی نے اپنی میلی آنکھیں اٹھا کر ذرا کی ذرا خوش نصیب کو دیکھا پھر آنکھیں بند کر لیں اور بارعب آواز میں کہا۔

”حق اللہ... حق۔“

”بابا جی! میرا ایک مسئلہ ہے۔“ خوش نصیب جلدی سے بولی۔ فریحہ نے زور سے اس کی پنڈلی پہ چٹکی بھری۔

”آ...“ خوش نصیب بلبلا اٹھی۔ ”کیا تکلیف ہے تمہیں؟“

فریحہ نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کان میں گھس کر دانت کچکچا کر بولی۔

”یہ صاحب ولایت بزرگ ہیں... تمہاری گلی سے گزرنے والا کوئی عام فقیر نہیں، جوان سے ایسے بات کر رہی ہو۔“

خوش نصیب نے کھینچ کر اپنا بازو اس کی گرفت سے آزاد کرایا اور چڑ کر بولی۔

”اب اگر تم نے مجھے ٹوکا ناں... تو یقین کرو ان ہی بابا جی سے عمل کروا کے تمہیں مکھی بنا کر دیوار سے چپکا دوں گی...“

”خوش نصیب!...“ فریحہ کو بری طرح تاؤ آیا لیکن اس سے پہلے کہ جملہ مکمل کر پاتی، بابا جی کی سرور میں ڈوبی آواز نے اسے خاموش کرا دیا۔

”نہ میری بیٹی! نہ... اسے نہ ٹوک۔“

خوش نصیب نے بابا جی کی آواز پر گردن اکڑا کر فریحہ کو دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔ اب بول کر دکھاؤ لیکن بابا جی کی اگلی بات نے اسے چونکا دیا۔

”اس نمانی نے ابھی زندگی میں بڑا لمبا سفر طے کرنا ہے۔ بہت کچھ جھیلنا ہے... بہت کچھ برداشت کرنا ہے۔ اسے ہمت جمع کرنے دے... ابھی سے خاموش کرا دیا تو اس کا حوصلہ آدھے سے بھی کم رہ جائے گا۔ اسے بولنے دے، ہر غم سے دل کی جھولی خالی کرنے دے۔“

بھکشوؤں والا نارنجی میلا جھبلا پہنے گندا میلا بابا، ایک لے میں بولتا چلا گیا تھا۔ نہ اس کی شکل بدلی، نہ لباس نہ گندے میلے بال۔ لیکن کہیں کوئی ایسی تبدیلی ضرور آئی تھی جو بیان نہیں کی جا سکتی تھی مگر محسوس ہوتی تھی۔

”آپ کو کیسے پتا کہ مجھے زندگی میں لمبا سفر کرنا ہے؟“ خوش نصیب متاثر نہیں ہوئی تھی، صرف چونکی تھی۔

بابا جی کے چہرے پر پُراسرار، معنی خیز مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔ انہوں نے آنکھیں موندیں اور منہ آسمان کی طرف ذرا سا اٹھا کر بولے۔

”مجھے تو یہ بھی پتا ہے تیرے ذہن کی الجھن تجھے یہاں کھینچ لائی ہے... تجھے بابے کی باتوں پر اعتبار نہیں لیکن بابا سب جانتا ہے... تیرے دل اور دماغ کی ہر جنگ سے واقف ہے۔“ بابا نے آنکھیں کھولیں اور اپنی میلی آنکھیں خوش نصیب کی آنکھوں میں گاڑ دیں۔

خوش نصیب کو ایسا لگا جیسے اردگرد یک لخت سناٹا چھا گیا ہے۔ اس بھری دنیا میں وہ اکیلی کھڑی ہے اور بابا جی

شفقت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہے ہیں۔ وہ پلکیں جھپکنا بھول گئی۔

بابا جی مسکرائے اور آنکھیں دوبارہ بند کرلیں۔

خوش نصیب کے اردگرد پھیلا غبار چھٹ گیا۔ وہ ایسے چونکی جیسے انسان گہری نیند سے جاگتا ہے۔ بے ساختہ اس نے اردگرد دیکھا۔ وہ مزار پر تھی اور اس کے اردگرد زائرین کا مجمع۔ اس نے کہا نہیں لیکن وہ شاکڈ ہوئی۔ وہ کہاں تھی، کہاں سے کہاں پہنچ گئی؟

یہ چند لمحے پہلے جو واردات اس پر گزری، وہ کیا تھی؟ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ پھر اس نے اپنا سر جھٹکا اور اس سے قبل کہ کچھ بولتی بابا نے کہا۔

"جا چلی جا... بابا کی دعا ہے۔ آج تیرے من کی مراد پوری ہوگی..."

خوش نصیب اٹھی اور ایک معمول کی طرح چلتی دربار کے احاطے سے باہر نکلتی چلی گئی۔

فریحہ اس کے پیچھے دوڑی چلی آئی لیکن خوش نصیب چلتی چلی جارہی تھی۔

"خوش نصیب... خوش نصیب!"

فریحہ کی آواز کافی دیر بعد اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی جب فریحہ بھاگتی ہوئی اس کے سامنے آگئی۔

خوش نصیب عجیب سے انداز میں چونکی۔

"تم کہاں جارہی ہو خوش نصیب؟" وہ حیران ہو کر پوچھ رہی تھی۔

"پتا نہیں۔" خوش نصیب نے اس سے زیادہ حیران ہو کر کہا وہ اپنی حالت سمجھنے سے قاصر تھی، پھر جیسے اس کے سر پر انکشاف کا بھاری پتھر آن گرا۔ اس نے بے ساختہ اپنے سر پر ہاتھ مارا۔

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کہاں جارہی ہوں کیا کر رہی ہوں؟ تمہارے ان بابا جی نے جادو کیا ہے کیا مجھ پہ؟" وہ سر پکڑ کر وہیں ایک مکان کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا، بابا جی کا مذاق مت اڑاؤ... وہ ضرور ناراض ہوگئے ہیں تب ہی تمہاری یہ حالت ہو رہی ہے... ورنہ بابا جی کے پاس جا کر تو اتنا سکون ملتا ہے ایسا لگتا ہے انسان سارے جہاں کی پریشانیوں سے آزاد ہو گیا ہو۔" فریحہ کی اپنی فلاسفی تھی لیکن خوش نصیب بری پھنسی تھی۔ گو کہ اسے فریحہ کی کسی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا اور یقین کرنے کی کوشش بھی وہ نہ کرتی اگر وہ کالی گاڑی اسے نظر نہ آجاتی جس نے کئی روز تک اس کی نیند اڑائے رکھی تھی۔

اس تنگ گلی کے اختتام پر جو برجی کی طرف جانے والا چوراہا تھا اور وہیں اسے کالی گاڑی کے پاس کھڑا شامیر نظر آگیا۔ اب صحیح معنوں خوش نصیب کے سر پر آسمان گرا تھا۔ اس کے کانوں میں بابا جی کی آواز گونج رہی تھی۔

"جا چلی جا... بابا کی دعا ہے، آج تیرے من کی مراد پوری ہوگی۔"

اور من کی مراد پوری ہوگئی۔ وہ حیران نہ ہوتی تو کیا کرتی۔ ڈھونگی بابا کا راز فاش کرنے آئی تھی لیکن اس روز جب دربار کی حدود سے نکلی تو اس کا اپنا عقیدہ ڈگمگا چکا تھا۔

* * *

"معاویہ آرہا ہے۔" وسامہ نے فون بند کرتے ہوئے آئے کت کو بتایا۔

آئے کت اسی وقت خاتون بی بی کو رات کے کھانے کے لیے ہدایات دے کر باہر آئی تھی۔ اس کے ہاتھ گیلے تھے جنہیں وہ اپنے دوپٹے کے پلو سے پونچھ رہی تھی۔

"اچھا ہے..." آئے کت نے فوراً کہا۔ "معاویہ آئے گا تو آپ بہتر محسوس کریں گے... مجھے ایسا لگ رہا ہے

آپ اس حادثے کے اثر سے نکل نہیں پا رہے۔" وہ آکر سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ وسامہ نے اپنی وہیل چیئر اس کی طرف موڑی اور عجیب سے انداز میں بولا۔

"معاویہ کو آیوشمتی کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلنا چاہیے۔" آئے کت حیران رہ گئی۔

"لیکن کیوں؟ فلک بوس اس کی ملکیت ہے اور اسے پتا ہونا چاہیے یہاں کیا کچھ ہو رہا ہے۔" اس نے زور دے کر کہا۔

"میں نہیں چاہتا وہ یہاں سے پریشان ہو کر واپس جائے۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔

"آپ اس سے بات کریں گے تو آپ کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔" اس بار آئے کت نے بہت نرمی سے کہا تھا۔

"مذاق ایک طرف لیکن جس بری طرح آپ اس آسیب کے خیال سے ڈرنے لگے ہیں، یہ باتیں میرے لیے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہیں۔۔۔ میں سارے فلک بوس میں پھری ہوں، مجھے یہاں ایسا کوئی اثر محسوس نہیں ہوا جس کی بنیاد پر ہم سارا وقت کانپ کانپ کر گزار دیں۔" وہ بیزار لگ رہی تھی۔ "اسی لیے میں آپ سے کہہ رہی ہوں، معاویہ سے اس بارے میں خود بات کریں یا مجھے کرنے دیں۔۔۔ وہ ضرور کوئی نہ کوئی حل نکال لے گا اور کچھ نہیں تو ہمیں یہاں سے نکال کر کہیں اور لے جا سکتا ہے۔۔۔ اتنی پراپرٹی ہے اس کی۔ ایک چھوٹا سا اپارٹمنٹ ہمیں دے دینے سے کون سی کمی ہو جائے گی اس کی جائیداد میں۔"

"اس کے مجھ پر پہلے ہی بہت احسانات ہیں۔" وسامہ رونے کے قریب تھا۔ "میں خود کو اور زیر بار نہیں کر سکتا۔"

"تو ٹھیک ہے۔۔۔ اس کا احسان نہ لیں۔ ہم یہاں سے چلتے ہیں۔"

"یہاں سے نکلیں گے تو کہاں رہیں گے؟ ابو بھی مجھے تمہیں رکھیں گے اور میں تمہیں بھی مزید خوار کرنا نہیں چاہتا۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"آپ یہاں سے نکلنے کا ارادہ کریں۔ اللہ کوئی نہ کوئی سبب ضرور بنا دے گا۔۔۔ اتنی بڑی دنیا ہے اللہ کی۔ ہمیں بھی ضرور کوئی نہ کوئی ٹھکانہ مل جائے گا۔" آئے کت نے دو ٹوک لفظوں میں کہا۔

"مجھے اس بارے میں سوچنے دو۔۔۔ لیکن پلیز معاویہ سے آیوشمتی کے بارے میں کوئی بات مت کرنا۔۔۔ اسے میری ریکویسٹ سمجھ لو۔"

آئے کت ناراضی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اتنا ڈرنے کے باوجود اتنی احتیاط پسندی، اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ لیکن اس نے دل میں ٹھان لیا تھا کہ وہ معاویہ سے بات ضرور کرے گی وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ تقدیر ان تینوں کے لیے کوئی اور ہی ارادہ کیے بیٹھی ہے۔

* * *

اس شام جب خوش نصیب ذرا ستانے کے لیے لیٹی (اور اس کام کے لیے وہ ہر وقت تیار رہتی تھی) تو اسے خیال آیا یہ عجیب واقعہ تھا جو اس کے ساتھ پیش آیا۔

وہ زکوٹا جن۔۔۔ ہاں یہ درست نام ہے۔۔۔ اس نے سوچا۔ تو وہ زکوٹا جن جیسے فقیر بابا کی ہرگز ہرگز عقیدت مند نہیں بن سکتی تھی نہ اسے بابا کی کسی کرامت پر بھروسا تھا لیکن اس ایک نظر نے کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور کی تھی۔ اور اس ایک نظر سے بھی زیادہ گڑبڑ شامیر نامی اس بندے کی ایک جھلک نے کر دی تھی۔

خوش نصیب صبح بیدار ہونے کے بعد سے اس کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔ نجانے کیوں وہ خود اور اس کی

وہ لاجواب گاڑی اسے بار بار یاد آتی رہی تھی۔ کہیں دل کے کسی کونے میں انجانے میں ہی اس نے یہ بھی خواہش کی تھی کہ وہ اسے کہیں نظر آجائے لیکن یہ دعا اتنی شدید نہیں تھی۔ یہ بس ایسی ہی دعا تھی کہ کسی کو یاد کرلیا اور اس کے بارے میں سوچتے ہوئے "کاش" کا لفظ بول دیا۔

سوال یہ تھا کہ بابا نے اسے دعا کیسے دے دی اور انہیں کیسے پتا چلا کہ وہ شامیر کے بارے میں سوچتی رہی ہے۔ یہی سب سوچتے سوچتے وہ سو گئی اور ایسی گہری نیند سوئی کہ اگلی صبح ماہ نور کے جھنجھوڑ کر جگانے پر ہی اس کی آنکھ کھلی۔

پوری طرح بیدار ہونے تک وہ پچھلے روز کا واقعہ بھول بھال چکی تھی۔

ماہ نور نے بستر سمیٹتے ہوئے اسے کن اکھیوں سے دیکھا۔ اس کی ناراضی بھی مہنگی پڑجاتی تھی اور پھر وہ ماہ نور کو عزیز بھی بہت تھی۔ سو طویل مدت کی ناراضی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

"تم مجھ سے ناراض ہو؟" ماہ نور نے کن اکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

خوش نصیب نے سستی سے اسے دیکھا پھر گردن موڑ کر بولی۔ "نہیں.... بہت خوش ہوں میں تم سے.... روشن امی کی چمچی بن کر ہر بات انہیں جا کر بتا دیتی ہو...."

"اسی میں تمہاری بھلائی ہے خوش نصیب!" ماہ نور نے رسان سے کہا۔

"کیا بھلائی ہے میری؟" وہ اب ناراضی سے بولی۔ "بدلہ لے کر دل کو سکون آجاتا۔"

"ایسے وقتی سکون کا کیا فائدہ جو لانگ ٹرم پریشانیوں کا باعث بنے۔"

"تمہاری اور روشن امی کی لاجکس میری سمجھ سے باہر ہیں۔" اس نے سر پر ہاتھ مار کر کہا۔ "لیکن یہ جو تم نے روشن امی کو بتا کر میرے ساتھ دشمنی مول لی ہے نا.... یاد رکھنا معاف میں ہرگز نہیں کروں گی۔"

ماہ نور کو زور سے ہنسی آگئی۔ خوش نصیب کا بچپنا کسی طور ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"پورے گھر میں کسی کو تو چھوڑ دو جس کا تم پر کوئی نہ کوئی قرض نہ ہو اور جس سے بدلہ لینے کی تم نے دل میں نہ ٹھان رکھی ہو۔"

"باقی سب کو تو پھر بھی چھوڑ دوں گی، تمہیں اب نہیں چھوڑوں گی.... تم تو آستین کا سانپ نکلیں.... میر جعفر کا فی میل ورژن۔"

وہ اتنے غصے میں تھی لیکن ماہ نور کی ہنسی رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

"کرو گی کیا.... یہ تو بتاؤ۔"

"ہنس لو.... ہنس لو بیٹا! ہنس لو.... میں ابھی جا کر سب کو بتاتی ہوں کہ تم طوطے بھائی کے جان لیوا عشق میں گرفتار ہو.... اور نہ صرف چھپ چھپ کر انہیں دیکھتی ہو بلکہ فلمسٹار شبنم کی طرح ان کے لیے آہیں بھی بھرتی ہو۔" وہ انتقامی جذبہ کے تحت اٹھتے ہوئے بولی۔

ماہ نور کی ہنسی ایسے گم ہوئی جیسے کوئی جادو کی چھڑی گھمائی گئی ہو۔

"کس قدر جھوٹی ہو تم خوش نصیب۔" وہ بیچاری ہکا بکا رہ گئی تھی۔

"اب جھوٹی ہوں یا جو بھی ہوں.... خبر تو میں سب کو ضرور دوں گی۔" ہونٹوں کے کنارے پھیلا کر دانت نکال کر وہ کمینگی سے بولی۔

"اور جب تک تمہاری شادی طوطے بھائی سے نہیں کروا دیتی مجھے سکون نہیں ملے گا.... وہ طوطا تم ان کی طوطی... اوہ سوری مینا.... اور تم دونوں کے بچوں کا نام رکھوں گی میں.... بڑا بیٹا ہوگا مکاؤ اور چھوٹے والا فشر.... اللہ نے کرم کیا تو ان شاء اللہ پہلے چار سال میں ہی پرندوں کا پورا خاندان تیار ہوجائے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پورے کمرے میں گھومتی وہ با آواز بلند پلاننگ کر رہی تھی اور اس کی آواز تکیے کی زوردار ضرب نے بند کروائی جو ماہ نور نے اسے کھینچ کر مارا تھا۔

"طوطے بھائی کے عشق میں مبتلا ہونے سے بہتر ہے میں خودکشی کرلوں۔"

خوش نصیب نے دیکھا' دوسرا تکیہ پکڑے' ایک ہاتھ کمر پر رکھے' ماہ نور بڑی ہی جذباتی ہوئی کھڑی تھی۔ لیکن یہ جذباتی پن اسے خوش نصیب کے عتاب سے ہرگز نہیں بچا سکتا تھا۔

اس نے بھی تکیہ اٹھایا اور ماہ نور پر چڑھ دوڑی۔ ذرا دیر میں ان دونوں نے سارے تکیے بستر اپنی جگہوں سے ہلا دیے تھے اور کمرہ میدان جنگ کا منظر پیش کرنے لگا تھا اور اس میدان جنگ میں سب سے دل فریب ان دونوں کی وہ ہنسی تھی جو بیک گراؤنڈ میوزک کی طرح گونج رہی تھی۔

زندگی اتنی بھی بری نہیں تھی جتنی بعض اوقات لگنے لگتی تھی۔

* * *

ایک سنہری صبح معاویہ فلک بوس آپہنچا۔

آئے کت اور وسامہ اس کے استقبال کے لیے مرکزی دروازے تک آئے۔ لکڑی کے خودکار پھاٹک سے جیپ اندر داخل ہوئی اور ڈھلوانی روش پر بڑھتی ان کے سامنے آکر رکی۔ جیپ کے دروازے کھلے۔ ڈرائیونگ سیٹ سے بابا کبیر اترا' دوسری طرف سے معاویہ۔

لمبا قد' بھرپور جسامت' مضبوط ہاتھ پیر' وہ وجاہت میں تو با کمال تھا سو تھا۔ اپنی عمر سے بڑا بھی دکھائی دیتا تھا لیکن وہ بے مثال مسکراہٹ جو اس کے چہرے کا حصہ تھی اس کا راز کھولتی تھی۔ شریر بچوں کا سا تاثر دیتی تھی۔ زندگی سے بھرپور آنکھیں تھیں اس کی۔

تھوڑا سا سنجیدہ' تھوڑا سا لاابالی۔ زندگی کے اس مقام پر یہ تھا معاویہ شیرازی کا مکمل اور بھرپور تعارف۔

آئے کت نے دیکھا' اس سنہری صبح میں وہ سیاہ رنگ کی جیکٹ میں ملبوس تھا۔ لمبے سفر نے اسے تھکا دیا تھا لیکن جواں عمری کا جوش اسے نڈھال ہونے نہ دیتا تھا۔ وہ وسامہ کی طرف ذرا سا جھکی اور سرگوشی میں بولی۔

"تمہارا بھائی حسن کے دیوتا کا دوسرا روپ معلوم ہوتا ہے۔۔۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں آیوشمتی کی بھٹکتی روح اس پر عاشق نہ ہو جائے۔" نظریں معاویہ پر ٹکائے' وسامہ کی طرف جھکی' وہ شرارت سے گویا ہوئی تھی۔ وسامہ نے اس بات پر ناپسندیدگی سے اسے دیکھا لیکن اس سے پہلے کہ اسے سرزنش کرتا معاویہ والہانہ انداز میں بازو پھیلائے ان کے سر پر پہنچ گیا۔

"تم لیلیٰ مجنوں' ایک دوسرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا کرو۔" وسامہ کو آئے کت کی طرف دیکھتا پا کر اس نے جو بھی مطلب اخذ کیا ہو اس کا اظہار اسی طرح کیا تھا۔ وہ تینوں ہی اس بات پر ہنس پڑے تھے اور معاویہ وسامہ کے گلے لگ گیا تھا۔

"یا اللہ۔۔۔ تم تو پہلے سے زیادہ منہ پھٹ ہو گئے ہو۔" آئے کت نے ہنس کر معاویہ سے کہا۔

"اور تم پہلے سے زیادہ خوب صورت ہو گئی ہو۔" معاویہ نے بھی دوبدو کہا۔

"لیکن یہ تعریف ہے اور میں اس بات پر خوش ہوں۔" آئے کت مصنوعی انداز میں اترا کر بولی۔

"دنیا کی کونسی بے وقوف عورت ہے جو ایسی باتوں پر خوش نہیں ہوتی ہوگی۔" معاویہ نے سابقہ انداز میں کہا تھا۔

اس بات پر وہ تینوں ایک بار پھر ہنسے۔ پھر معاویہ نے وسامہ کو دیکھا' بغور دیکھا۔ مسکراہٹ اس کے لبوں سے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دور نہیں ہوئی لیکن آنکھوں میں الجھن کا عکس پھیل گیا۔

"کیا بات ہے؟ اتنے کمزور کیوں ہو رہے ہو؟ تم نے میرے بھائی کا خیال نہیں رکھا۔" اس نے آئے کت کو دیکھا۔ آئے کت بوکھلا گئی تو وسامہ نے جلدی سے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آئے کت میرا بہت خیال رکھتی ہے۔"

"میں دیکھ رہا ہوں' کتنا خیال رکھتی ہے۔" معاویہ سر جھٹک کر بولا۔ "خیال رکھتی تو تمہارا یہ حال نہ ہوتا۔" اس نے خشمگیں نظروں سے آئے کت کو دیکھا۔

"تم بالکل مڈل کلاس ساسوں کی طرح ایکٹ کر رہے ہو۔" آئے کت نے ناک چڑھا کر کہا۔ معاویہ جھینپ سا گیا اور اس نے ناراضی سے آئے کت کو دیکھا۔ وسامہ البتہ ہنس پڑا۔ چند لمحوں بعد وہ تینوں ہی ہنس رہے تھے۔

"ساری باتیں کیا یہیں ہوں گی۔ اندر نہیں چلنا کیا؟ بابا کبیر! معاویہ کا سامان اس کے کمرے میں پہنچا دیں.... اور خاتون بی بی سے کہیں معاویہ کے لیے فریش جوس لے آئیں۔" آئے کت نے ہدایات جاری کیں۔

وہ تینوں باتیں کرتے اندر کی طرف چل پڑے۔

کچھ دیر بعد معاویہ فریش ہو کر آیا تو وسامہ اور آئے کت سٹنگ روم میں اس کے منتظر تھے۔

"گھر میں سب کیسے ہیں؟" معاویہ اپنا جوس کا گلاس لے کر ابھی بیٹھا بھی نہیں تھا جب وسامہ نے بے قراری سے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہیں۔"

"تم گئے تھے ساہیوال؟"

"ہاں.... پچھلے مہینے دو دن کے لیے گیا تھا.... زیادہ دن نہیں رک سکا کیونکہ یونیورسٹی میں مڈ ٹرم اسٹارٹ ہو گئے تھے۔" معاویہ نے باری باری ان دونوں کی طرف دیکھا۔

"مجھے ذرا جلدی جلدی اس حادثے کے بارے میں بتاؤ۔ بابا نے مجھے اسی لیے بھیجا ہے کہ میں خود معلومات حاصل کروں۔" وہ ذرا بیزار لگ رہا تھا۔

"لیکن کیس تو بند کر دیا گیا ہے نا؟" آئے کت نے سوالیہ نظروں سے وسامہ کو دیکھا تو معاویہ بولا۔

"بے شک بند کر دیا گیا ہے' لیکن بابا کو کون سمجھائے۔ انہیں لگتا ہے اس حادثے نے ان کی ساکھ کو نقصان پہنچایا ہے اور اب اس کانسٹیبل کی فیملی کو فنانشلی سپورٹ کر کے وہ اس نقصان کی تلافی کرنا چاہتے ہیں.... اچھا خاصا میں اپنے دوستوں کی ساتھ آؤٹنگ پلان کر رہا تھا کہ بابا نے یہ نیا آرڈر دے دیا.... حالانکہ میں نے سمجھانے کی کوشش بھی کی.... مرنے والا مر گیا' اب بار بار ایک ہی بات کو دہرانے کا کیا فائدہ ہے۔" وہ بہت بیزاری سے بول رہا تھا۔

آئے کت کو اس کا انداز بہت ناگوار گزرا۔

"کسی کا مر جانا اتنی معمولی بات نہیں ہوتی معاویہ! کہ تم اسے معمول کی بات سمجھو۔"

"یہ کوئی اتنی بڑی بات بھی نہیں ہے۔" معاویہ نے پھر لاپروائی سے بولا۔ "دنیا میں روزانہ لاکھوں لوگ مر جاتے ہیں۔ ان لاکھوں لوگوں میں ایک وہ کانسٹیبل بھی تھا۔"

آئے کت کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی' وسامہ نے بات بدل دی۔

"وہاں سب کیسے ہیں؟ مجھے یاد کرتا ہے کوئی؟" وسامہ نے حسرت سے پوچھا۔

معاویہ اور آئے کت' دونوں نے اس وقت اس کی اداسی کو بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔

"تم دونوں باتیں کرو.... میں ذرا ناشتے کا انتظام دیکھ لوں۔" آئے کت نظریں چرا کر وہاں سے چلی گئی۔ وسامہ کو

READING Section
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

- ✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی گُتب کی مُکمل رینج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

دکھ ہوا۔ آئے کت اس کی زندگی میں شامل ہر حسرت کی وجہ خود کو سمجھتی تھی۔ یہ —— کہیں نہ کہیں درست بھی تھا۔

"ہاں، سب یاد کرتے ہیں۔" معاویہ نے کہا تو سامہ کا دھیان آئے کت سے ہٹ گیا۔

"جھوٹ... تم جھوٹ بول رہے ہو نا؟" وسامہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"میں جھوٹ کیوں بولوں گا؟ سچ کہہ رہا ہوں۔ سب تمہیں بہت یاد کرتے ہیں۔ ہاں ماموں اپنے منہ سے نہیں کہے لیکن یاد تو وہ بھی تمہیں کرتے ہیں۔" معاویہ اسے یقین دلانے میں مصروف تھا اور کچن میں کھڑی آئے کت بڑی ناگواری سے خاتون بی بی سے کہہ رہی تھی۔

"یہ معاویہ بہت عجیب انسان ہے جسے انسانی زندگی کی قدر ہی نہیں معلوم، اس سے کسی اچھائی کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے۔" اسے دراصل معاویہ کے رویے سے بڑا دکھ پہنچا تھا۔ خاتون بی بی چپ ہی رہی۔ وہ یوں بھی سیدھی سادی خدمت گزار عورت تھی۔ اسے ایسی باتوں کی سمجھ نہیں تھی۔

* * *

"اس سے آگے تو پھر آپ خود سمجھ دار ہیں لیکن۔" کیف نے ایک لے میں بولتے بولتے یک دم۔ سر اٹھا کر دیکھا۔ عرفات ماموں اس حد تک کتاب پڑھنے میں مگن تھے کہ اسے ایسا لگا کہ انہوں نے اس کی کوئی بات سنی ہی نہیں ہو گی۔

کیف کو سخت مایوسی ہوئی۔

"میں اتنی دیر سے بول رہا ہوں؟ آپ نے میری کوئی بات سنی بھی ہے یا میں نے اپنی انرجی ہی ضائع کی ہے؟" اس نے سخت ناراض انداز میں پوچھا۔

عرفات ماموں نے بے ساختہ سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ذرا سا گڑبڑائے کہ دوست جیسے بھانجے کو ناراض کرنے کی غلطی وہ ہرگز نہیں کر سکتے تھے اور پھر بولے۔

"کمال کرتے ہو یار! ایک ایک لفظ سنا ہے تمہارا۔"

"اچھا تو بتائیں... اتنی دیر سے میں کیا بول رہا تھا۔" وہ امتحان لینے پر ہی تل ہو گیا۔

"کلاس روم میں سرپرائز ٹیسٹ لینے سے پہلے بھی پانچ منٹ تیاری کے لیے دیے ہی جاتے ہیں۔" انہوں نے جلدی سے کہا۔

"وہ پانچ منٹ نالائق اسٹوڈنٹس کے لیے ہوتے ہیں اور آپ نالائق ہرگز نہیں ہیں۔" کیف کرسی پر ذرا سا آگے ہوا، ان کے ہاتھ سے کتاب لے کر بند کی اور میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

عرفات ماموں نے گہری سانس بھرتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔ "دیکھو... یہ سیدھا سادا ہائی کورٹ کا معاملہ ہے... اور ہائی کورٹ، تم جانتے ہو اس گھر کی ہائی کورٹ کی فاضل جج تمہاری والدہ ماجدہ ہیں لہٰذا میں بھی اس میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

"یوں نہ کہیں ماموں۔" وہ جلدی سے بولا۔ "کیونکہ آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں ہائی کورٹ کی فاضل جج کی جان جس پرندے میں ہے وہ آپ ہیں کیونکہ آپ میری والدہ ماجدہ کے چھوٹے لاڈلے بھائی ہیں۔" وہ مسکرا کر معنی خیز انداز میں بولا۔

"یار کیف! کیوں مشکل میں ڈالتے ہو یار!" وہ بے بسی سے بولے۔

"تمہیں اچھی طرح پتا ہے، آپا سخت برا مناتی ہیں اگر میں روشن یا اس کی بیٹیوں کے معاملے میں بولوں...

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

انہیں لگتا ہے ابھی بھی میرے دل میں روشن کے لیے کوئی نہ کوئی جذبہ باقی ہے۔“

”تو اس میں غلط کیا ہے؟“ وہ حیران ہوا۔ ”جو محبت وقت کے ساتھ ختم ہو جائے‘ وہ پھر محبت تو نہ ہوئی....“

”خدا نہ کرے کہ محبت کے سفر میں‘ میں جن حالات سے گزرا ہوں ان سے تمہیں گزرنا پڑے۔“ انہوں نے سادگی لیکن صدق دل سے کہا۔ ”لیکن اگر کبھی ایسا ہوا تو تم ضرور سمجھ جاؤ گے.... جس عمر میں ‘میں ہوں اس عمر میں محبت کی یاد بھی ملامت بن جاتی ہے۔“

”کیسی عجیب بات کر رہے ہیں ماموں!“ وہ چڑ کر بولا۔ ”کیا ہوا آپ کی عمر کو؟ وقت سے پہلے بڑھاپا طاری نہ کر لیا ہوتا تو یقین کریں میں خود آپ کا روشن چچی سے نکاح کروا دیتا....“

”بکو مت۔“ وہ ڈپٹ کر بولے۔ ”یہ فضول بات اب کہہ دی ہے تو دوبارہ کسی کے سامنے منہ سے مت نکالنا.... میں تو پھر بھی جیسے تیسے کسی نئی بحث سے بچ جاؤں گا‘ روشن کی جان مصیبت میں آجائے گی۔“

”اتنی فکر ہے آپ کو ان کی.... پھر بھی کہتے ہیں امی یہ نہ سمجھیں کہ آپ کے دل میں ان کے لیے کوئی فیلنگ ہے؟“ وہ جیسے ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

”کیف!“ انہوں نے گھور کر دیکھا۔ ”اٹھو‘ نکل جاؤ میرے کمرے سے۔“ وہ سخت ناراض ہو گئے تھے۔

”جسے دیکھو مجھ سے ناراض ہو رہا ہے.... پہلے ابو‘ پھر خوش نصیب اور اب آپ۔“ وہ دل برداشتہ سا کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

عرفات ماموں نے پھر بے بسی سے اسے دیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ واقعی اسے ناراض نہیں کر سکتے تھے۔

”اچھا بیٹھ جاؤ‘ کچھ سوچتے ہیں۔“ ذرا نرمی سے کہا۔

”سوچنے کا کوئی فائدہ نہیں ماموں! صرف ایک ہی حل ہے کہ امی کو راضی کیا جائے کہ وہ روشن چچی وغیرہ کو ہمارے پورشن میں شفٹ ہونے دیں۔“

”آپا سے بات کرنا ایسا ہی ہے جیسے میں خود جاؤں اور کہوں.... آ بیل مجھے مار۔“ وہ بے بسی سے بولے۔

”یعنی میں یہ سمجھوں.... آپ امی سے ڈرتے ہیں؟“ وہ ناراضی سے بولا۔ اپنی طرف سے بڑا انہیں غیرت دلانے کا ارادہ کیا تھا۔

”بیل سے تو ہر کوئی ڈرتا ہے میرے دوست!“ انہوں نے بے ساختہ اور ہنسی دبا کر کہا۔

”کون ہے جو تمہاری امی سے نہیں ڈرتا‘ تمہارے ابو‘ میں اور خود تم بھی۔“ وہ جتا کر بولے‘ پھر دونوں نے ایک دوسرے کو گھور کر دیکھا اور ہنس دیے۔ تھوڑی دیر دونوں ہی اپنی جھینپ مٹانے کو ہنستے رہے پھر کیف ہی بولا۔

”اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم کسی بھی طرح روشن چچی والوں کی مدد نہیں کر سکتے۔ میرا خیال تھا امی کے بجائے ابو سے بات کروں لیکن انہوں نے بھی صاف انکار کر دیا.... اب امی سے بھی بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں.... کوئی ایک بھی فرد ذرا لچک دکھا دیتا تو معاملہ سنبھالا جا سکتا تھا لیکن اب....“ ہنسنے کے باوجود وہ بہت ہی دل گرفتہ نظر آ رہا تھا۔

”وہ اس لیے کیونکہ ایسے معاملات کا کبھی بھی گھر کے کسی ایک فرد پر انحصار نہیں ہوتا۔“ اب کی بار وہ نرم اور اثر انگیز لہجے میں بولے۔ ”نہ تمہاری امی اس حق میں ہیں کہ روشن ان کے پورشن میں شفٹ ہوں نہ تمہارے ابو.. اور وہ دونوں ایسا اس لیے نہیں کر سکتے کیونکہ شفق اور فضیلہ بھابھی ایسا ہونے نہیں دیں گے.... یہ تو سیدھا سیدھا ان سے بغاوت والی بات ہو جائے گی۔“

”ایک تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے بزرگ شفق چچا اور فضیلہ چچی سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں۔“ وہ بری طرح چڑ گیا۔

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

“دیکھو ڈرتا کوئی نہیں ہے۔” عرفات ماموں نے فوراً کہا وہ نہیں چاہتے تھے کہ کیف کے دل میں ماں باپ کے لیے کوئی بدگمانی سر اٹھائے۔

“بس ایک بھرم ہوتا ہے جسے انسان اپنے سے چھوٹوں کے ہاتھوں ٹوٹتا ہوا دیکھنا نہیں چاہتا۔”

“میں یہ لاجکس سنتے سنتے پک چکا ہوں۔” اس نے بے زاری سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ “اور میں بننے چلا ہوں اینکر پرسن۔۔۔ اپنے گھر والوں کو تو حق بات پر قائل کر نہیں سکتا۔ دنیا کے بخیے خاک ادھیڑوں گا۔” وہ بہت ہی مایوس ہو گیا تھا۔

“اس لیے تم یہ خیال اپنے دل سے ہی نکال دو۔۔۔ تمہاری جگہ اینکر پرسن میں بن جاتی ہوں۔” خوش نصیب کمرے میں داخل ہوئی اور خوب دانت نکال کر کہا۔

“بات تو صحیح ہے۔۔۔” عرفات ماموں پرسوچ انداز میں بولے۔ “خوش نصیب کسی کو قائل کر سکے گی یا نہیں۔۔۔ چپ ضرور کروا دیا کرے گی۔”

“بالکل صحیح۔۔۔” وہ اپنی ہتھیلی پر ہاتھ مار کر بولی۔ “آج تک جتنے ٹاک شوز میں نے دیکھے ہیں‘ ان کے اینکر پرسن صرف یہ ہی تو کر رہے ہوتے ہیں۔” کیف مسکرا بھی نہیں سکا۔ اسے بہت برا لگ رہا تھا‘ یہ سوچ کر کہ ابو کو راضی نہیں کر پایا۔

“میں چلتا ہوں۔” اس نے عرفات ماموں کو دیکھا۔

“اتنی جلدی؟” وہ حیران ہوئے۔ “چائے تو پیتے جاؤ‘ خوش نصیب بنائے گی چائے۔”

“ایسی لاجواب چائے بناؤں گی کہ ساری زندگی نہیں پی ہوگی۔” اس کا موڈ کچھ زیادہ ہی خوش گوار ہو رہا تھا۔

“اس کے ہاتھ کی چائے پینے سے اچھا ہے میں زہر ہی پی لوں۔” کیف نے کہا۔

“چلو مرضی ہے تمہاری۔” وہ کندھے اچکا کر بولی۔ “شادی کے بعد جو صیام کے ہاتھ کی چائے پینا پڑے گی‘ اس سے تو یہ ہی بہتر ہے کہ شادی سے پہلے ہی زہر پی لو۔” وہ ٹھٹھا لگا کر ہنسی۔

“بکو مت۔۔۔” کیف بدک کر بولا۔ وہ اکثر اسے ایسے ہی چڑاتی تھی۔

“میں پھر آؤں گا ماموں!”

“اسلام آباد کب جانا ہے؟” انہوں نے پوچھا۔

“کچھ کہہ نہیں سکتا۔۔۔ شاید کل یا پرسوں چلا جاؤں۔” وہ بے زار لگ رہا تھا۔

“ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔” خوش نصیب پرسوچ انداز میں بولی۔ “تم گئے‘ پھر واپس آ گئے۔۔۔ اب دوبارہ جانے کی بات کر رہے ہو؟ جب واپس ہی آنا تھا تو گئے کیوں تھے؟”

“مجھے لگا تھا کسی کو یہاں میری ضرورت ہے۔” وہ سادگی سے بولا۔

“تمہیں کیوں لگا تھا؟” وہ جرح کرنے لگی۔

“میرے دل نے کہا تھا۔” وہ زور دے کر بولا۔

“اگلی بار دل کی نہ سننا۔۔۔ ایسے ہی خوار کیے رکھے گا تمہیں۔۔۔” وہ مزے سے کہہ کر کرسی پر بیٹھ گئی اور کیف اسے دیکھ کر رہ گیا‘ پھر بولا۔

“میں چلتا ہوں۔”

“میں ابھی آئی۔” عرفات ماموں سے کہہ کر وہ کیف کے پیچھے دوڑی۔

برآمدے میں ستمبر کی ڈھلتی ہوئی دھوپ پھیلی تھی اور ستون سے لپٹی بیل اداس سی لگتی تھی۔

“سنو کیف۔۔۔”

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

وہ رک گیا اور پلٹ کر اسے دیکھا۔

”دل میں بدگمانی لے کر مت جاؤ۔۔۔ تم نے ہماری مدد کرنے کی کوشش کی تھی۔ اب اللہ ہی کو منظور نہیں کہ ہم اس کمرے سے نکلیں تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ بہرحال تمہارا شکریہ کہ تم نے تو ہمارا احساس کیا۔“ وہ سادگی سے بولی اور واپس چلی گئی۔

کیف تھوڑا حیران، تھوڑا بے یقین سا رہ گیا۔ وہ عجیب پہیلی سی لڑکی تھی۔ کبھی اتنی بدگمان کہ شکل تک دیکھنے کی روادار نہ ہوتی اور کبھی اتنی صابر کہ روشن چچی کا پرتو لگتی۔

وہ آہستگی سے ہنسا اور کھلے دروازے سے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

مرکزی گول کمرے کے بیچ و بیچ چھت سے لگا ہوا فانوس ہولے ہولے لرز رہا تھا اور معاویہ کی آواز سارے فلک بوس میں گونج رہی تھی۔ وسامہ کے ساتھ اس کی باتیں کبھی ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ زندگی سے بھرپور آواز جس نے فلک بوس کے سناٹے کو توڑ دیا تھا۔

وسامہ بہت خوش دکھائی دے رہا تھا۔ معاویہ کے آنے سے فلک بوس میں جیسے زندگی بیدار ہو جاتی تھی۔ ان دونوں کی آپس میں دوستی بھی بہت تھی۔ بچپن سے اب تک، معاویہ جب تک اپنی اسکول، کالج، یونی ورسٹی کی ہر بات اس کے گوش گزار نہیں کر دیتا تھا، اسے سکون نہیں آتا تھا۔ وہ ہمیشہ وسامہ کے ساتھ سائے کی طرح لگا رہتا تھا۔ آئے کت کا وسامہ کی زندگی میں آجانے کے بعد، اس معمول میں الجھاؤ آگیا تھا اور اس چیز سے معاویہ سخت جھنجلایا بھی تھا۔ جب وسامہ نے آئے کت میں دلچسپی لینا شروع کی، اس وقت معاویہ نے اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا حتیٰ کہ آئے کت سے کورٹ میرج کو بھی صحیح فیصلہ قرار دیا تھا لیکن بعد میں وہ اس سے چڑنے لگا تھا اور آئے کت کے لیے اپنی ناپسندیدگی کو چھپا بھی نہیں پایا تھا۔ سب یہاں تک کہ آئے کت بھی جانتی تھی کہ وہ اسے ناپسند کرتا ہے۔ وہ اس بات پر کبھی بہت افسردہ ہو جاتی تھی اور کبھی ہنس کر ٹال دیتی تھی اور اکثر معاویہ کے سامنے اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ اگر وہ اسے ناپسند کرتا ہے تو آئے کت خود بھی اسے کچھ خاص پسند نہیں کرتی۔ ایسے بگڑے ہوئے لڑکے کو کوئی پسند کر بھی کیسے سکتا ہے۔

معاویہ کو بھی اس بات کی کچھ خاص پروا نہیں تھی، یعنی مل ملا کر وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لیے ناپسندیدہ اور ناقابل برداشت تھے۔ وسامہ ان دونوں کی اس بات پر ہنستا تھا اور ایک دوسرے کے لیے ناپسندیدگی کو ان کا بچپنا گردانتا تھا۔

بہرحال وہ معاویہ کی آمد سے خوش تھا، لیکن پھر وہ ہوا جس نے ذہنی طور پر وسامہ کے پرخچے اڑا دیے۔ اسے یقین ہو گیا کہ فلک بوس میں ہونے والے عجیب و غریب واقعات آیوشمتی کی موجودگی کا نتیجہ ہیں۔ یہ سب سننے میں عجیب اور کمزور اعتقاد کی نشانی معلوم ہوتا تھا، لیکن اس نے آیوشمتی کی موجودگی کو باقاعدہ محسوس کیا تھا۔ وہ اس کی انگلیوں کے لمس، سانس کی آواز تک کو پہچاننے لگا تھا۔

وہ جانتا تھا، اب نہیں تو کچھ روز بعد سب اسے پاگل قرار دینے لگیں گے، یہاں تک کہ آیوشمتی اپنی موجودگی کا احساس انہیں بھی نہ دلا دے۔ وہ اکثر سوچتا، ممکن ہے یہ سب اس کا وہم ہی ہو۔ وہ بچپن سے ذرا ڈرپوک واقع ہوا تھا۔ اندھیرے سے اسے فطری طور پر خوف آتا تھا، لیکن آیوشمتی کی موجودگی اس کا وہم تھا تو کان پر لگا ہوا زخم کس چیز کی علامت تھا؟ کیا وہ کسی ایسے نفسیاتی مرض میں مبتلا ہو چکا ہے جس میں خود کو جسمانی ایذا پہنچانا انسان کو سکون دیتا ہے؟

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

ایک بار پھر وہ یہ سب سوچ سوچ کر ہلکان ہونے لگا۔

اسی وقت سنگل صوفے پر سکڑ سمٹ کر سوئی ہوئی آئے کت کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں اور وسامہ کو دیکھا، پھر اُسے جاگتا پا کر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اٹھ گئے آپ؟ اب کیسی طبیعت ہے؟" وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور آکر وسامہ کے پاس بیٹھ گئی۔

وسامہ نے اسے نظر بھر کر دیکھا اور پیار سے اس کے چہرے پر سے بال ہٹائے۔ وہ اس کی محبت تھی۔ اس کے عشق کا جنون۔ اپنے لیے اسے فکرمند دیکھنا وسامہ کو تکلیف میں مبتلا کر رہا تھا۔

"میں کیا پوچھ رہی ہوں وسامہ! آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟" وسامہ کی خاموشی نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

"تو... اس طرح کیوں بیٹھے ہیں؟" وہ الجھی ہوئی تھی، ڈھنگ کا سوال بھی نہ پوچھ سکی۔

وسامہ ہنس دیا۔ "تو کس طرح بیٹھوں؟" یہ اس کا مخصوص انداز تھا۔

آئے کت یک دم مزید الجھ گئی، اس نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور صوفے کی پُشت سے ٹیک لگا کر نیم دراز سی ہو کر وسامہ کو دیکھنے لگی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟"

"آپ کو پتا ہے، میں آپ کی وجہ سے کتنی پریشان ہوں۔"

وسامہ نے شرمندگی سے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ لیکن اس کے انداز میں بے بسی تھی۔ آئے کت اسے دیکھتی رہی، پھر وہ سیدھی ہو کر بیٹھی اور اس نے وسامہ کے کندھے سے اپنا سر لگا دیا۔ وسامہ نے ذرا سی گردن جھکا کر اسے دیکھا، پھر جھک کر اس کے سر کو چوما اور اپنی کل کائنات کو اپنے بازو کے حصار میں لے لیا۔

اس کی محبت اس کے ساتھ تھی۔ زندگی سے اس سے بڑھ کر کسی عنایت کی توقع اور کی بھی کیسے جا سکتی تھی۔

* * *

خوش نصیب واپس آئی تو عرفات ماموں اسی کے منتظر بیٹھے تھے۔

"اچھا ہوا تم خود ہی آگئیں۔ میں شیرو کو بھیجنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ تمہیں بلا کر لائے۔"

"اور میں کب سے سوچ رہی تھی کہ آپ کے پاس چکر لگا کر آؤں... بہت دن ہوئے آپ سے بات نہیں ہو سکی اور جو پتا ہوتا کیف بھی یہیں ہے تو بہت پہلے آچکی ہوتی۔" وہ فلور کشن گھسیٹ کر ان کے پاس لائی اور ان کی کرسی سے کچھ دور ہی بیٹھ گئی۔

"خیریت تو ہے... آج کیف پر اتنی مہربانی کیوں؟" انہوں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے چشمے کے اوپر سے اسے دیکھا تو خوش نصیب ہنس دی۔

"آپ کا یہ دوست... خود کو بڑی چیز سمجھتا ہے... لیکن دراصل ہے نہیں..." وہ جملے کو توڑ مروڑ کر اسی طرح لفظوں پر زور دے کر بولی تھی۔

"اچھا..." وہ اس کے انداز سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکے۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا؟"

"آپ نے دیکھا نہیں... کیسے ایک ذرا سے معاملے میں جذباتی ہوا پھر رہا ہے... آپ دیکھئے گا... ابھی یہ اپنی امی سے بھی جھگڑا کرے گا۔" وہ سو فیصد پُر یقین لہجے میں کہہ رہی تھی، ایسے جیسے کیف کی رگ رگ سے واقف ہو۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"یہ تو پھر بری بات ہوگی۔"

"بہت بری بات ہوگی۔" وہ بڑے مدبرانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔ "روشن امی کہتی ہیں، اپنے ماں باپ سے جھگڑا کرنے والے سیدھے جہنم میں جاتے ہیں اور کیف کے کھاتے میں تو پہلے ہی کوئی نیکیاں نہیں ہیں۔ اماں ابا کو بھی ناراض کردے گا تو آخرت بھی ہاتھ سے جائے گی۔"

عرفات ماموں اس کی بات پر بے ساختہ اور زور سے ہنسے کہ خود خوش نصیب کے لبوں پر بھی مسکراہٹ دوڑ گئی، لیکن وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ ایسی کیا بات کہہ دی جو ماموں اتنی زور زور سے ہنس رہے ہیں۔ اس کے حساب سے تو آج وہ بڑی اچھی باتیں کررہی تھی۔ بس دل میں ایک الجھن تھی جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ مزار والے زکوٹا بابا جی، شامیر اور اس کی گاڑی، کسی طور دماغ سے نکلتے ہی نہ تھے۔ ماہ نور کو بتانے کا مطلب تھا، سیدھا روشن امی کی عدالت میں پیشی اور اب وہ مزید کسی پیشی کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔

سو عرفات ماموں کے پاس چلی آئی، لیکن زبان کھولے تو کس طرح؟ اسے خدشہ تھا، دربار پر جانے کی اطلاع ہر ایک کو ناگوار گزرے گی، سوائے **فضیلہ** چچی اینڈ فیملی کے۔

جب وہ دیر تک ہنس چکے اور آنکھوں کا پانی پونچھنے لگے تو خوش نصیب نے انہیں کن اکھیوں سے دیکھا۔ دل ہی دل میں سوچا اور ہونقوں کی طرح بولی۔

"آپ اتنا کیوں ہنس رہے ہیں؟ کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی۔"

"ارے ہرگز نہیں۔" وہ جلدی سے بولے مبادا برا مان جائے۔ "اٹھو ذرا... وہ سامنے میز پر ایک لفافہ پڑا ہے، وہ اٹھا کر مجھے دو۔"

خوش نصیب مستعدی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور لفافہ اٹھا لائی۔

"یہ مجھے مت دو... یہ تمہارے لیے ہے۔"

"لیکن اس میں ہے کیا؟" خوش نصیب نے لفافہ الٹ پلٹ کر دیکھا۔

"میری خواہش ہے کہ تم یونی ورسٹی میں ایڈمیشن لو اور اپنے خواب پورے کرو... لیکن میں یہ بھی اچھی طرح جانتا ہوں... یونی ورسٹی کے اخراجات تمہاری اماں تمہیں مجھ سے لینے نہیں دیں گی۔ اس لیے پرائیویٹ ایڈمیشن فارم منگوا دیا ہے... کم سے کم پرائیویٹ امتحان کی فیس تو تم مجھ سے لے سکتی ہو نا۔" انہوں نے سادہ سے لہجے میں کہا تھا، لیکن خوش نصیب ششدر سی رہ گئی۔ فوری طور پر اسے یقین ہی نہیں آیا کہ جو وہ کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے۔

"میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے خوشی کے مارے۔

عرفات ایک بار پھر ہنس دیے اور اس کے سر پر چپت لگا کر بولے۔

"آئندہ اپنی آنکھوں میں آنسو نہ آنے دینا... اس سے بڑا شکریہ اور کوئی نہیں ہوگا میرے لیے۔"

☼ ☼ ☼

"میں نے سارے فلک بوس کا جائزہ لیا ہے۔ تمام ملازمین سے بھی انکوائری کی ہے۔ مجھے یہاں ایسی کوئی چیز نہیں ملی، جس کی بنا پر یہ کہا جاسکے کہ یہاں کوئی آسیب وسیب بھی رہائش پذیر ہے۔" ناشتے کی میز پر معاویہ نے ان دونوں کو اطلاع دی۔

وسامہ کا دل فوراً" ہی ناشتے سے اچاٹ ہوگیا۔ وہ ہاتھ روک کر بے بسی سے معاویہ کو دیکھنے لگا۔

"میرا خیال ہے، تم دونوں میرے ساتھ چلو... اسلام آباد میں ہم کسی اچھے سائیکاٹرسٹ سے..."

"مجھے پتا تھا تم یہ ہی کہو گے۔" وسامہ نے ہیجانی انداز میں اس کی بات کاٹی۔ "لیکن مجھے کسی سائیکاٹرسٹ کی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ضرورت نہیں ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں' میں نے آیو شمتی کی موجودگی کو محسوس کیا ہے۔ وہ یہیں ہے ہمارے آس پاس... اسی جگہ...."

"وسامہ! میری بات سنو...." معاویہ نے نرمی سے کہنا چاہا' لیکن وسامہ کچھ سننے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔ وہ جیسے ایک دم ہر چیز سے بے زار ہو گیا تھا۔

"تمہیں یاد ہے... ایک بار بچپن میں بھی تمہیں وہم ہو گیا تھا کہ کوئی تمہارے آس پاس رہتا ہے... تم ایک عجیب سا نام لیتے تھے' اس مخلوق کا کہ یہ میرا دوست ہے اور مجھ سے ملنے آتا ہے؟" معاویہ نے رسان سے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔ "شروع شروع میں ماموں جان' ممانی جان اور ہم سب اس بات پر ہنستے تھے کہ تم نے ایک فرضی دوست بنا رکھا ہے' لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تمہاری اس ان دیکھے دوست سے متعلق باتیں بڑھتی چلی گئیں تو سب کو پریشانی ہونے لگی تھی... ماموں تمہیں اس وقت بھی سائیکاٹرسٹ کے پاس لے کر گئے تھے۔" معاویہ بولتا چلا جا رہا تھا اور آئے کت کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔

"وہ بچپن تھا معاویہ!" وسامہ نے جھنجلا کر کہا۔ "بچپن میں ہر دوسرے بچے کے ایسے خیالی دوست ہوتے ہیں۔ تم بھول رہے ہو' نہ میں بچہ ہوں' نہ وہ بدروح میرے دوست کا کردار نبھا رہی ہے۔ وہ میرے پیچھے لگی ہوئی ہے' وہ مجھے نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔"

معاویہ نے جیسے لاجواب ہوتے ہوئے وسامہ کو دیکھا' پھر بولا۔ "تمہیں یہ کیوں لگتا ہے وہ نقصان ہی پہنچائے گی؟ اگر واقعی اس کا کوئی وجود ہے تو کیا پتا' وہ تم سے بات کرنا چاہتی ہو۔" معاویہ نے تصویر کا ایک نیا رخ اسے دکھایا۔ آئے کت کو غصہ آیا' بجائے یہ کہ وسامہ کو اس سارے عذاب سے نکالا جاتا معاویہ اسے نئی راہ پر ڈال رہا تھا۔

وسامہ بھی حیران ہو کر معاویہ کو دیکھ رہا تھا اس نے اس نہج پر نہیں سوچا تھا۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 4 خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو
نگہت عبداللہ
قیمت -/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں
میمونہ خورشید علی
قیمت -/350 روپے

اُجالوں کی بستی
فاخرہ جبیں
قیمت -/400 روپے

ایک میں اور ایک تم
تنزیلہ ریاض
قیمت -/350 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021

"میں جن بھوت، روح بدروح، آسیب وغیرہ جیسی باتوں کو نہیں مانتا۔۔۔ لیکن تمہارا اعتقاد ہے، شاید اسی لیے وہ روح تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔۔۔ ہو سکتا ہے، وہ تم تک کوئی پیغام پہنچانا چاہتی ہو۔ میری بات مانو وسامہ! اگر اگلی بار تمہیں اس روح کی موجودگی محسوس ہو تو ڈرنے کی بجائے اس سے بات کرنے کی کوشش کرنا۔۔۔ مجھے یقین ہے، کوئی نہ کوئی پوزیٹو بات ضرور سامنے آئے گی۔" معاویہ نے بے حد سنجیدگی سے باری باری ان دونوں کو دیکھا تھا۔ "اور اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو میرے ساتھ سائیکاٹرسٹ کے پاس چلو۔۔۔ مجھے یقین ہے، جس پریشانی سے تم خود نہیں نکل پا رہے ایک بہترین سائیکاٹرسٹ کے ساتھ تین چار سیشنز تمہیں ضرور نکال دیں گے۔" وسامہ خاموشی سے سر جھکائے اپنی پلیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

آئے کت بے زار بیٹھی تھی۔ معاؤسامہ نے سر اٹھا کر معاویہ کی طرف دیکھا۔

"معاویہ!"

"ہوں؟" وہ رغبت سے چھری کانٹے کی مدد سے فرنچ آملیٹ کھا رہا تھا۔

"اگر مجھے کچھ ہو گیا تو آئے کت کا خیال رکھنا۔" اس نے کہا۔ اپنی وہیل چیئر کے وہیلز گھمائے اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

وہ دونوں ششدر سے رہ گئے تھے، وسامہ کے کمرے سے نکل جانے کے کچھ دیر بعد تک بھی جیسے صم"بکم" بیٹھے رہے، پھر آئے کت نے ہاتھ میں پکڑا کانٹا پلیٹ میں پٹخ دیا۔

"مجھے لگا تھا تمہارے آنے سے وسامہ کی ذہنی حالت میں کچھ بہتری آئے گی، لیکن تم نے اسے نیا راستہ دکھا دیا ہے۔" وہ سخت ناراض ہو گئی تھی۔

"دیکھو۔۔۔ مجھے تو اس مسئلے سے نمٹنے کا یہ ہی راستہ سمجھ میں آیا ہے۔۔۔ یا اسے سائیکاٹرسٹ کے پاس لے چلو یا اسے اپنا علاج خود کرنے دو۔۔۔" معاویہ نے ابھی بھی رسان سے کہا تھا۔

"لیکن یہ کیسے ہو گا؟ پہلے وہ آیوشمتی کی موجودگی سے سے خائف تھا، اب اس پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا کہ اس منحوس روح سے بات کیسے کی جائے۔"

"تم وسامہ کے لیے پریشان مت ہو۔" معاویہ نے کہا۔ "وسامہ جب تمہارے جیسی چڑیل کے ساتھ پوری زندگی گزارنے کا فیصلہ کر سکتا ہے تو اس بدروح سے بات بھی کر لے گا۔۔۔ مجھے یقین ہے اسے زیادہ وقت نہیں ہو گی۔" اس نے سنجیدگی اور بے ساختگی سے کہا۔ آئے کت کو اس کی بات سمجھنے میں چند سیکنڈ لگے اور پھر اس نے ناراضی سے کانٹا اٹھا کر معاویہ کو کھینچ مارا۔

معاویہ نے اس کانٹے کو ہنستے ہوئے کیچ کر لیا تھا۔

"وسامہ کی حالت بلاشبہ پریشان کن ہے، لیکن یہ وقتی فیز ہے۔۔۔ گزر جائے گا۔۔۔ اگرچہ مجھے اپنے بھائی کے بارے میں ایسی بات نہیں کہنی چاہیے، لیکن تم اتنی پریشان ہو اس لیے بتا رہا ہوں۔۔۔ وسامہ کو بچپن سے لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کا شوق رہا ہے اور اپنا یہ شوق پورا کرنے کے لیے وہ اکثر من گھڑت کہانیاں سنایا کرتا تھا۔۔۔ آج میری ماموں سے بات ہوئی تھی انہوں نے ہی مجھے یہ بات یاد دلائی ہے۔" آئے کت کے لیے یہ ایک اور دھچکا تھا۔ وہ سمجھتی تھی وسامہ اس کے لیے کھلی کتاب کی طرح ہے، لیکن اب آکر اسے احساس ہو رہا تھا، اس کھلی کتاب کے کئی باب پڑھنا ابھی باقی تھے۔

"اور کان کے اس زخم کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"تمہیں یاد نہیں۔۔۔ تم نے خود کہا تھا، وہ کسی کیڑے کے کاٹنے کا زخم تھا۔" معاویہ نے اسے یاد دلایا۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"معاویہ!" آئے کت نے یک دم جھجکتے ہوئے کہا۔ "میں نے صرف وسامہ کی پریشانی دور کرنے کے لیے ایسا کہا تھا۔ وہ زخم واقعی کسی تیز دھار چیز کے کاٹنے سے بنا تھا۔" اب معاویہ کو دھچکا لگا۔ وہ یک دم پریشان ہوا۔

"مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وسامہ نے اپنے آپ کو خود ہی زخم پہنچایا ہے۔" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"دیکھو! اس وقت کمرے میں وسامہ اکیلا تھا۔ بعض نفسیاتی مریض ایسا کرتے ہیں، وہ خود کو ایذا پہنچاتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے انہیں سکون ملتا ہے۔"

"کیا تم نے وسامہ کے مزاج میں کچھ اور بھی تبدیلیاں نوٹ کی ہیں؟"

"میں واضح طور پر کچھ نہیں کہہ سکتی۔۔۔ میں خود الجھی ہوئی ہوں۔"

"میں اسلام آباد جا رہا ہوں، وہاں کسی سائیکاٹرسٹ سے وسامہ کا کیس ڈسکس کروں گا۔ تب تک تمہیں وسامہ کا خیال رکھنا ہے۔ سائے کی طرح اس کا خیال رکھنا ہو گا، تاکہ وہ خود کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔"

"میں پوری کوشش کروں گی۔" وہ دونوں ہی خاموش ہو گئے اور راہ داری میں، دروازے کے پیچھے رکا ہوا وسامہ سوچ رہا تھا، اس کے اتنے قریبی لوگ اسے پاگل کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ وہ بوجھل دل کے ساتھ وہاں سے ہٹ گیا۔

✡ ✡ ✡

منفرا پارک کا تیسرا چکر لگا کر اپنے مخصوص بینچ پر آکر بیٹھی تو اس کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔ بینچ پر بیٹھ کر اس نے اپنا پسینہ پونچھا اور کمر کے گرد بندھی بیلٹ کے ساتھ جڑی بوتل کو کھول کر اس سے پانی کے چند گھونٹ اپنے حلق میں اتارے۔ ساتھ ساتھ وہ پارک میں یہاں وہاں بھی نظریں دوڑا رہی تھی اور ذہن میں ان سب چیزوں کو ترتیب دے رہی تھی جو اسے اپنے ساتھ مونٹوک لے جانی تھیں۔

سینٹ فرانس میں سمسٹر ختم ہونے کے بعد سات دن کی چھٹی کا اعلان کیا گیا تھا اور منفرا یہ چھٹیاں مونٹوک میں اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ فی بی اس کے اس ارادے سے کچھ خاص خوش دکھائی نہیں دیتی تھی۔ وہ ہاسٹل میں رہ کر ان چھٹیوں کو پُرلطف بنانا چاہتی تھی اور اس کے لیے اس نے پہلے سے پورا پلان تیار کر لیا تھا، یہ پلان گھومنے پھرنے، شاپنگ کرنے اور موویز دیکھنے پر مشتمل تھا، لیکن منفرا نے مونٹوک جانے کا ارادہ کر کے اس کا سارا پلان خراب کر دیا تھا۔

"میں ضرور رک جاتی، لیکن اس بار میں مام کو منع کرنا نہیں چاہتی۔ پہلے ہی کئی ہفتوں سے میں انہیں ٹال رہی ہوں۔" منفرا نے اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ فی بی تھوڑی سی ناراضی دکھا کر مان گئی، ویسے بھی وہ منفرا کی اتنی اچھی دوست تھی کہ ایک دوسرے کو راضی رکھنے کے لیے ان دونوں کو ایک دوسرے کو لمبی چوڑی وضاحتیں نہیں دینا پڑتی تھیں۔

بہر حال منفرا ان چیزوں کے بارے میں سوچ رہی تھی، جو اسے ساتھ لے جانی تھیں۔ یوں بھی اگلے ہفتے میں مام اور بابا کی شادی کی سالگرہ تھی اور منفرا اس تقریب کو یادگار بنانے کی تیاری بروکلن سے کر کے جانا چاہتی تھی۔ اپنی پارٹ ٹائم جاب سے اس نے اتنے پیسے جمع کر لیے تھے کہ لانگ آئس لینڈ پر سمندر کے کنارے ایک چھوٹی سی سرپرائز پارٹی کا اہتمام کر سکتی تھی۔ مام کے لیے اس نے ایک خوب صورت پتھر کا نیکلس خریدا تھا۔ وہ کوئی قیمتی پتھر نہیں تھا، لیکن دیدہ زیب تھا۔ بابا کے لیے اس نے گرم اونی ٹوپی لی تھی اور ایڈم، اس کا چھوٹا بھائی، اسے وہ مونٹوک سے ہی شاپنگ کروانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ مونٹوک جانے کے لیے اس نے جتنے پیسے جمع کیے تھے، وہ کافی تھے۔ واپسی پر اسے وقت ہرگز نہیں ہو سکتی تھی، کیونکہ بہار کا موسم شروع ہونے والا تھا اور بہار مونٹوک میں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

سیاحوں کا موسم مانا جاتا تھا۔ واپسی کے لیے وہ مونٹوک آئے ہوئے سیاحوں کے ساتھ بطور گائیڈ کچھ وقت گزار کر بھی پیسے جمع کر سکتی تھی اور ظاہر ہے، کچھ نہ کچھ روپے اسے بابا بھی دے ہی دیتے۔

یہ سب سوچتے ہوئے اسے سامنے والے ٹریک پر معاویہ پر نظر آیا۔ منفرا بے ساختہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔ کم سے کم آج تو معاویہ کو اس سے خوش اخلاقی سے ملنا چاہیے۔ منفرا نے سوچا اور اس کی سوچ منہ کے بل زمین پر آگری، جب معاویہ ایسے ہی اجنبی انداز میں جاگنگ کرتا ہوا اس کے سامنے سے گزر گیا۔

منفرا کا دل چاہا، کوئی چیز اٹھا کر اسے کھینچ مارے۔ پتا نہیں وہ معاویہ نامی اس عفریت سے اتنی زیادہ امیدیں کیوں وابستہ کر لیتی تھی۔ وہ بندہ نہ اسے دیکھتا تھا، نہ وہ اسے دیکھنے میں دلچسپی رکھتا تھا۔ ڈاکٹر ریمسن کے آفس میں بھی وہ بس ایسے ہی مسکرا کر اس سے ملا تھا، جیسے کسی کے متعارف کروانے پر انسان ہنس کر دیکھ لیتا ہے۔ ہر بار جب بھی منفرا نے یہ سوچا تھا کہ وہ اپنائیت بھری نظروں سے اسے دیکھے گا یا اس کی آنکھوں میں کہیں منفرا کو اپنے لیے پہچان کے رنگ ہی نظر آجائیں گے، اسے مایوسی کا ہی سامنا کرنا پڑا تھا۔

اس بار بھی ایسا ہی ہوا تو وہ بے زار ہو کر اٹھی۔ اٹھتے ہوئے اس نے دیکھا، معاویہ وہاں سے بہت دور پارک میں ایک مستقل آنے والی خاتون ایلسی سے بات کر رہا تھا اور بڑا ہنس ہنس کر بات کر رہا تھا۔ نہ جانے کیوں منفرا کو اپنے نظرانداز کیے جانے سے بھی زیادہ بری بات لگی یہ۔

اس نے سر جھٹکا، اپنا ورزش کے ساز و سامان والا بیگ اٹھایا اور پارک کے بیرونی گیٹ کی طرف آگئی۔ اس دوران وہ حتی المقدور کوشش کرتی رہی کہ معاویہ کو اپنے ذہن سے جھٹک دے اور اپنا نظرانداز کیا جانا اپنی بے عزتی تصور نہ کرے، مگر اس کے لیے یہ آسان نہیں تھا۔ پتا نہیں کیوں وہ شخص اس کے ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا۔

دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے پارکنگ میں اس نے ایک گاڑی کے بیک ویو مرر میں ذرا چپکے سے اپنا چہرہ دیکھا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ وہ اچھی خوش شکل لڑکی ہے، بقول بی بی وہ خوب صورت چہروں میں شمار کی جا سکتی تھی اور جب وہ بات کرتی تھی تو اس کی شخصیت اور زیادہ سحر انگیز لگنے لگتی تھی۔ پھر کیا وجہ تھی کہ معاویہ اسے مستقل نظرانداز کر رہا تھا۔

”شاید بی بی کا تجزیہ درست ہے۔ وہ مغرور اور انا پرست معلوم ہوتا ہے۔ اگر کبھی وہ میرے سامنے آیا تو میں بھی اسے ایسے ہی نظرانداز کروں گی، جیسے وہ مجھے کرتا ہے۔“ اپنی سائیکل اسٹینڈ سے نکالتے ہوئے اس نے پکا تہیہ کر لیا تھا، لیکن جوں ہی وہ سائیکل لے کر مڑی اس کا اپنے آپ سے کیا ہوا عہد منہ کے بل زمین پر جا گرا، کیونکہ اس کے بالکل پیچھے معاویہ کھڑا تھا اور منفرا کو دیکھ کر دوستانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

منفرا ایسا چونکی کہ اس کے ہاتھوں سے سائیکل لڑکھڑا گئی۔ اگر سائیکل کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر معاویہ اسے نہ روکتا تو یقیناً“ سائیکل اس سے ٹکرا جاتی۔

”ہائے ڈاکٹر!“ وہ مسکرایا اور ایسا پیارا مسکرایا کہ بہت ہی پیارا لگا۔

”ہیلو......“ منفرا نے دل ہی دل میں اپنی گڑبڑاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”کیسی ہیں آپ ڈاکٹر......! خوشی ہوئی آپ کو دیکھ کر۔ میں اکثر یہاں آتا ہوں۔“

منفرا کو اب پھر مایوسی ہوئی کہ معاویہ نے اس کا پہلے کبھی نوٹس نہیں لیا۔

”میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔“ وہ ”تکلفاً“ مسکرا کر بولی۔

”اوہ، آئی ایم سو سوری......“ وہ ایک دم شرمندہ ہو کر بولا۔

”اس روز ڈاکٹر رمسن کے آفس میں ملاقات ہوئی تھی تو میرے ذہن میں رہ گیا کہ آپ بھی ڈاکٹر ہیں۔ ہر روز ہم اتنے لوگوں سے ملتے ہیں کہ یاد رکھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کون کس پروفیشن سے تعلق رکھتا ہے۔“ اس نے شرمندہ شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

منفرا کا دل اور تڑخا۔ تھوڑا تو وہ باقی ملنے ملانے والوں سے اسے اوپر کا درجہ دے سکتا تھا۔ پھر اس نے اپنے دل کو ایک تھپڑ لگایا اور ذرا تمیز اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہوئے بولی۔

”کوئی بات نہیں... ایسی غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں۔“ (اب میں تمہیں کیا بتاؤں، پہلی بار دیکھنے پر تم مجھے کیا لگے تھے۔) وہ مسکرائی اور اس نے دل میں سوچا۔

”بائے دا وے... آپ کا Prescription (نسخہ) میرے پاس ہے... اس روز ڈاکٹر رمسن کی سائیکاٹری سے نکلتے ہوئے مجھے لفٹ کے فرش پر پڑا ملا تھا۔“

”کیا واقعی؟“ وہ بیک وقت اتنا زیادہ بے یقین اور خوش ہوا کہ کسی ایک تاثر کو سمجھنا مشکل ہو گیا۔

”شکر ہے خدا کا کہ پرسکرپشن مل گیا۔ میں اسی غلط فہمی میں آپ کے پاس آیا تھا کہ ممکن ہو تو مجھے دوائیاں لکھ دیں...“

”اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ میڈیسن کھا سکتے ہیں۔ یہ آپ کے مسلز کو پرسکون کرے گی اور بہتر نیند آنے میں مدد دے گی۔“

معاویہ نے جھجکتے ہوئے گولیاں اس سے لے لیں اور اسی انداز میں بولا۔ ”لیکن... ڈاکٹر کے مشورے کے بغیر میں انہیں کیسے استعمال کر سکتا ہوں؟“

”میں نے اسی لیے پہلے کہا... اگر آپ مناسب سمجھیں تو...“ وہ مسکرائی۔ ”ویسے ڈاکٹر رمسن نے مجھ سے آپ کی کیس ہسٹری ڈسکس کی تھی اور میں نے آپ کا Prescription بھی پڑھا تھا۔ میں لکھ کر نہیں دے سکتی، لیکن دوائیاں Suggest تو کر سکتی ہوں۔“

معاویہ نے ذرا مطمئن ہو کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اور وہ پرسکرپشن؟“

”آپ کسی بھی وقت آجائیں۔“ اس نے ہاسٹل کا پتا بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا یہ نہیں ہو سکتا، آپ کل صبح وہ نسخہ یہیں پارک میں لے آئیں؟ میں آپ سے لے لوں گا۔“

”اوہ، ضرور... کیوں نہیں۔“

”تھینکس... کیا میں آپ کو کہیں ڈراپ کر دوں؟“

”نہیں شکریہ... میں چلی جاؤں گی۔“

وہ دونوں ایک دوسرے کو گڈ بائے کہہ کر اپنے اپنے راستے چل دیے تھے۔ لیکن منفرا اب مسکرا رہی تھی اور خود کو ایک ایسے بے وقوف کی طرح لگ رہی تھی جو اپنے مفروضوں کی بنیاد پر افسردہ اور خوش ہوتا رہتا ہے۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

Downloaded From

READING
Section
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY